عبادات روزمرّہ

کے متعلق میرا مطالعہ

لیئق الدین علوی

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥

میں نے جن و انس اسی لئے بنائے کہ وہ میری عبادت کریں

عبادات روزمرّہ

کے متعلق میرا مطالعہ

لیئق الدین علوی

رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لِي وَلِوَٰلِدَيَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِينَ يَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡحِسَابُ ٤١

رب! مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو (بخش دے) جس دن حساب قائم ہوگا۔"

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب — عبادات روزمرہ کے مطابق میرا مطالعہ

تعداد — ایک ہزار

طبع — دوسرا ایڈیشن، جنوری ۱۹۹۰ء

قیمت — ۲۵ روپے

ناشر — نیو سلمان پرنٹنگ پریس
سادات اسکوائر۔ سادات کالونی کراچی ۲۵

فون : ۴۸۲۲۸۷
۴۸۰۳۲۰

انتساب

میں اپنی اس پیش کش کو اپنی والدہ مرحومہ کے نام کے ساتھ معنون کرتا ہوں جنہوں نے مجھے بچپن سے ہی نماز پڑھنا سکھائی اور اس کی پابندی کی ترغیب دی اور بذاتِ خود پورا قرآن مجھے پڑھایا جو حضرات اس کتاب سے مستفیض ہوں براہِ کرم میری کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں اور اس بندہ عاصی کیلئے بھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

محترم جناب لیئق الدین علوی صاحب کی تالیف فرمودہ کتاب "عبادتِ روزمرہ" احقر نے اوّل سے آخیر تک پڑھی۔

اس کتاب میں اذان، نماز پنجگانہ کے علاوہ جملہ نوافل پڑھنے کا طریقہ، تلاوتِ قرآن مجید کا طریقہ جو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرمایا ہے درج ہے۔ اس کے علاوہ قرآن پاک کی معروف آیات اور سورتوں کے فضائل بھی جو مستند احادیث سے ثابت ہیں، بیان فرمائے ہیں۔

موصوف نے پانچوں کلمے کے فضائل اور استغفار پڑھنے کی غرض وغایت نہایت مؤثر انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ عرضیکہ آپ کا اندازِ بیان نہایت آسان اردو میں دیگر تصانیف سے جداگانہ ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محترم علوی صاحب کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں دین کی تبلیغ اور عوام کی فلاح کے لئے منتخب فرما لیتے ہیں اور پھر ایسے نیک کاموں کی سمجھ بھی عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ پاک آپ کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو نافع خلائق بنائے آمین، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو اور آپ کی والدہ مرحومہ کے لئے اس کتاب کو ذریعہ نجات بنائے، آمین ثم آمین

احقر خادمِ قرآن

حافظ سیّد معین الدین عفا اللہ عنہ
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف

کراچی

نماز، تلاوت کلامِ پاک اور دیگر معمولی عبادات جو ہر مسلمان بہ آسانی روزانہ کر سکتا ہے بلکہ ہر مسلمان کو کرنا چاہیئے ورنہ کم از کم ہر مسلمان مرد اور عورت کو معلوم ضرور ہونا چاہیئے۔ ان عبادات کے متعلق وہ معلومات جو میں نے ان چند دنوں میں مختلف کتابوں کے مطالعہ سے حاصل کی ہیں۔ ان کو اس کتابچہ میں جمع کر رہا ہوں تاکہ جو بھی اس کو پڑھے وہ میری ان معلومات سے مستفیض ہو سکے۔

سب سے پہلے اذان کے متعلق جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ یہ ہے کہ اذان یوں تو محض ایک بلاوا ہے جو موذن نمازیوں کو نماز کے وقت مسجد میں آنے کے لئے دیتا ہے۔ اذان کی ابتدا اور اس کی تاریخ کے متعلق جو میں نے مختلف کتابوں میں دیکھا وہ تفصیل کے ساتھ میں نے الگ کتابوں میں لکھ رکھا ہے، اسکو اگلے صفحے سے شروع کرتا ہوں۔

اذان کے متعلق جو مختلف کتابوں میں، میں نے پڑھا اس کی تفصیل یہ ہے۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ (جلد دو، صفحہ نمبر ۱۳۱) میں جو پڑھا وہ یہ ہے۔

۱۔ جب صحابہؓ کو یہ معلوم ہوا کہ باجماعت نماز پڑھنا شریعت غرّاء کی سنت موکدہ ہے اور ایک ہی وقت میں سب مسلمانوں کا مسجد میں جمع ہونا اس وقت تک ناممکن سا ہے جب تک اعلان اور تنبیہہ کا کوئی خاص ذریعہ استعمال نہ کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے اس بارے میں ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی اور اس میں سب سے پہلے یہ تجویز پیش کی گئی کہ کسی بلند مقام پر آگ جلائی جائے جس کو دیکھ کر مسلمان یہ سمجھ لیں کہ نماز کا وقت آگیا ہے اور وہ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ اس تجویز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بناء پر رد فرمایا کہ اس میں مجوسیوں کی مشابہت ہے۔ سنکھ بجائے جانے کا ذکر آیا تو آپؐ نے اس کو یہودیوں کا فعل بتا کر رد کر دیا۔ اس طرح گھنٹہ بجانے کی تجویز کو بھی آپؐ نے اس لئے ناپسند فرمایا کہ اس میں عیسائیوں کی مشابہت ہے۔ غرض کہ اس مجلسِ مشاورت میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اسی دوران میں عبداللہ بن زیدؓ صحابی جب رات کو سوئے تو انہیں خواب میں اذان اور اقامت کے کلمات بتائے گئے (غیب سے) انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا یہ ایک سچا خواب ہے۔ اس طرح اذان کی بنا قائم ہو گئی۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب نے جو اس کتاب کے مصنّف ہیں اذان کے کلمات کا فلسفہ یوں بیان فرمایا ہے کہ ان کلمات کو

رائج کرانے میں حکمت الٰہیہ جلّ و علا کا یہ بھی اقتضاء تھا کہ نماز کی اذان فقط اعلان اور وقت کی اطلاع دینے کا ذریعہ نہ ہو بلکہ اس کو بذاتِ خود شعائر دین (دین کی نشانیوں) میں شامل کیا جائے اور وہ ایک ایسی نداء ہو جس کی آواز ہر خاص و عام کے کانوں تک پہنچ کر دین کی تنویہ شان کا باعث ہو اور کسی قوم کا اس کو قبول کرنا اس بات کی علامت ہو کہ وہ دینِ حق کی مطیع اور منقاد ہے۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کی یاد اور اقرار توحید و رسالت پر مشتمل ہو اور اس کے بعض کلمات خاص طور پر نماز کی طرف بلانے کے لئے ہوں تاکہ اس نداء کی غرض و غایت صاف طور پر ہر ایک کی سمجھ میں آجائے۔

اذان کے الفاظ و کلمات کئی طریقوں پر منقول ہیں۔ سب میں صحیح تر روایت بلالؓ کی ہے۔ زمانۂ رسالت میں اذان کے کلمات دوہرائے جاتے تھے یعنی دو، دو مرتبہ کہے جاتے تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جاتے تھے۔ صرف قدقامت الصلواۃ کا لفظ دوہرایا جاتا تھا۔ دوسرے درجہ پر ابی محذورہؓ کی روایت ہے۔ اس کے مطابق اذان کے کل انیس جملے ہیں اور اقامت کے جملے سترہ (۱۷) ہیں۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موذن کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر صبح کی اذان ہو تو کہو الصلواۃ خیر من النوم، الصلواۃ خیر من النوم، کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہے اور

لوگوں کو خبردار کرنے کی سخت ضرورت ہے چنانچہ صبح کی اذان میں ان الفاظ کا اضافہ مستحسن سمجھا گیا۔

اذان کا جواب دینا اور اس کی فضیلت کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ چونکہ اذان دین کے شعائر میں سے ہے اور اس کو اس بات کی علامت قرار دیا گیا ہے کہ کسی قوم نے ہدایت اللہ کو قبول کر لیا ہے اس لئے اس کے کلمات کا جواب دینا جس سے ان کے مفہوم کا اقرار ظاہر ہو سنّت ہے جس کا مقصد ہدایتِ منزلہ کو قبول کرنے کی تصریح ہے اجابت کی یہ صورت ہے کہ تکبیر اور شہادتین کے کلمات کو موذن کے ساتھ دوہرائے اور جب موذن کی زبان پر وہ کلمات آئیں جن کا مفہوم نماز کی طرف بلاتا ہے تو سننے والوں کے لئے یہ کہنا مناسب ہے کہ لاحول ولاقوۃ الّا باللہ جس کا مفہوم اپنے تمام قوائے ظاہر و باطن کو ہیچ سمجھنا ہے بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے اپنی اطاعت کی توفیق فرمائے ان کلمات کو دوہرانے کا یہی فلسفہ ہے کہ عبادت پر آمادگی کا جذبہ دل میں پیدا ہو تو اس کے ساتھ کہیں عجُب اور خود بینی کا خیال اس کو بگاڑ دینے کا باعث نہ ہو۔

صاحبِ کتاب یعنی شاہ ولی اللہ محدث فرماتے ہیں کہ حدیثِ شریف میں ہے کہ جو کوئی اس طرح خلوصِ قلب کے ساتھ اذان کی اجابت کرے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ یہ اجابت خالصاً اللہ تعالیٰ کی انقیاد اور اطاعت کے اشباح و قوالیہ میں سے ہے۔

یعنی حَیَّ الصَّلوٰۃِ حَیَّ الفَلاح [اور جب صبح کی اذان میں موذن کہے " الصَّلوٰۃِ خیرٌ من النوم ، الصَّلوٰۃِ خیرٌ من النوم) تو سننے والا کہے صدقت و بررتَ ۔

اسحٰق وہب بن جریر ، ہشام ، یحیٰی ، اسی کی مثل روایت کرتے ہیں اور یحیٰی کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے بعض بھائیوں نے بیان کیا کہ موذن نے جب حَیَّ الصَّلوٰۃِ کہا تو معاویہؓ نے لَاحَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کہا اور میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کہتے ہوئے سنا ہے ۔

(صحیح بخاری شریف جلد اوّل صـ۲۸۸)

اذان کے بعد دعائے ماثورہ اور اجابتِ دعا

اذان ختم ہونے کے بعد جو دعائے ماثورہ ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بارگاہِ اقدس میں درخواست کی جاتی ہے کہ اللہ انہیں درجاتِ عالیہ (بلند درجے) عنایت فرمائے ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ دعا کرنے والے نے صمیم دل سے حضور کے دین کو قبول کر لیا ہے اور آپ کے درجاتِ عالیہ پر فائز رہنے میں خوشی محسوس کرتا ہے کیونکہ آپ کو ہر ایک محبوب ترین چیز سے محبوب تر سمجھتا ہے ۔ ایک حدیث میں ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان جو دعا کی جائے وہ رد نہیں کی جاتی یہ اس لئے کہ اس حالت میں دعا کرنے والے کا باطن انقیاد و اطاعت کے جذبات سے معمور ہوتا ہے اور اس لئے رحمتِ الٰہی اس کے شاملِ حال ہے ۔ (کتاب حجتہ اللہ البالغہ صـ۱۳۵)

اذان کی ابتداء کا بیان

عمران بن میسرہؓ ، عبدالوارثؓ ، خالد ابوقلابہ انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نماز کے اعلان کے لئے آگ اور ناقوس تجویز کیا گیا پھر یہود و نصاریٰ کی طرف ذہن منتقل ہو گیا کہ یہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں تب بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو ، دو مرتبہ کہیں اور اقامت کے ایک ایک مرتبہ ۔

محمود بن غیلان عبدالرزاق ابن جریج نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت

کرتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ آئے تھے تو نماز کے وقت کا اندازہ کر کے جمع ہو جاتے تھے۔ اس وقت تک نماز کا اعلان نہیں ہوتا تھا ایک دن مسلمانوں نے اس بارے میں گفتگو کی کہ کوئی اعلان ضرور ہونا چاہیئے۔ بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ناقوس بنالو اور بعض نے کہا کہ نہیں یہود کے سنکھ کی طرح ایک سنکھ بنالو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیوں نہ ایک آدمی کو مقرر کر دیں کہ وہ ، الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکار دیا کرے، پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھو اور اذان کی اطلاع کر دیا کرو۔

اذان کے الفاظ دو بار کہنے کا بیان

سلیمان بن حرب رض، حماد بن زید رض، سماک بن عطیہ رض، ایوب رض، ابو قلابہ، انس رض روایت کرتے ہیں کہ بلال رض کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان میں جفت کلمات کہیں اور اقامت میں سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے طاق کلمات کہیں۔

محمد بن سلام رض، عبدالوہاب رض، ثقفی، خالد حذاء رض، ابو قلابہ انس رض بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ زیادہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے تجویز پیش کی کہ نماز کے وقت کی کوئی ایسی علامت مقرر کر دیں جس سے وہ پہچان لیا کریں کہ اب نماز تیار ہے بعض نے کہا کہ آگ روشن کر دیں، بعض نے کہا کہ ناقوس بجائیں

(یہ عبارت بخاری شریف کی جلد اوّل ص ۲۸۵ سے لی گئی ہے)

اس کے بعد بلال رض کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں جفت کلمات کہیں اور اقامت میں طاق۔

اذان کی فضیلت کا بیان

عبداللہ بن یوسف رض، مالک، ابو الزناد، اعرج رح، ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کی اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور مارے خوف کے وہ گوز مارتا جاتا ہے۔ اور وہ اس حد تک بھاگتا چلا جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ سُنے۔ جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے حتیٰ کہ جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے تاکہ آدمی کے دل میں وسوسے ڈالے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر۔ وہ تمام باتیں جو اس کو یاد نہ تھیں یاد دلاتا ہے یہاں تک کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کس قدر نماز پڑھی۔ (ص ۱۳۲، جلد دوم، حجۃ اللہ البالغہ)

اذان بلند آواز سے کہنے کا بیان

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن یوسف مالک سے کہا کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اذان کہتے وقت آواز بلند رکھو اس لئے کہ موذن کی آواز کو جو کوئی بھی جن و انس یا کوئی

اور سنے گا وہ اس کے لئے قیامت کے دن گواہی دے گا۔

اذان سنتے وقت کیا کہنا چاہیئے (ص ۲۸۷ جلد اوّل، بخاری شریف)

عبداللہ بن یوسف، مالک ابن شہاب، عطار بن یزید لیثی، ابوسعید حدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سنو تو اس طرح کہو جس طرح موذن کہہ رہا ہو۔

معاذ بن فضالہ، ہشام یحییٰ محمد بن ابراہیم بن حارث، عیسیٰ بن طلحہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن معاویہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اشہد ان محمد الرسول اللہ تک اس طرح کہا جس طرح موذن نے کہا اور یحییٰ کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے بعض بھائیوں نے بتایا کہ موذن نے جب حیّ الصلواۃ کہا تو معاویہؓ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا اور اس کے ساتھ یہ کہا کہ میں نے تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کہتے سنا ہے۔

(میں نے یہ عبارت بخاری شریف جلد اوّل ص ۲۸۷ سے لی ہے)

اذان کے وقت دعا کرنے کا بیان (ص ۲۸۸ جلد اوّل، صحیح بخاری)

علی بنؓ عباس، شعیب بنؓ ابی حمزہ، محمد بنؓ منکدر، جابر بنؓ عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللھم رب ھٰذہ الدعوۃ التامۃ والصلواۃ القائمۃ

آت محمدن الوسیلۃ وَالفَضِیلَۃَ وَالبعثہُ مَقَامًا المحمودن الذی وعدیۃ انکّ لا تخلف المیعاد۔ تو اس کو قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔

بعض فضائلِ اذان (منقول از صفحہ نمبر ۱۲۲، حجۃ اللہ البالغہ)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن موذنوں کی گردنیں سب سے دراز ہوں گی۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس جگہ تک موذن کی آواز پہنچتی ہے اس دائرے کے اندر جن وانس یا جو چیزیں بھی ہوتی ہیں وہ سب کی سب قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دیں گی اور اللہ تعالیٰ اس کے اتنے گناہوں کو بخش دے گا جو اس دائرے کے اندر سما سکیں۔

صفحہ نمبر ۱۵۲ کتاب حجۃ اللہ البالغہ پر ہے کہ وہ کون سے امور ہیں جن کا ہونا نماز کے لئے ناگزیر ہے۔ تین باتیں نماز کی ایسی ہیں جن کو کسی حالت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

نمبر۱ دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع وخضوع بھر جائے۔

نمبر۲ زبان سے آدمی اس کی (اللہ تعالیٰ کی تحمید وتقدیس) میں مشغول ہو جائے۔

نمبر۳ تمام جسم خدائے تعالیٰ کی انتہائی تعظیم کا اظہار کرے۔

تمام اہل ادیان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز اس عبادت کا نام

ہے جو ان تین باتوں پر مشتمل ہو۔

ان ارکانِ ثلاثہ (اوپر بیان کی ہوئی تین باتوں) کے علاوہ جتنی بھی چیزیں نماز میں شامل ہیں ان سب کو کسی نہ کسی حالت میں عند الضرورت ترک کرنے کی آنحضرتؐ نے اجازت دے دی ہے لیکن مذکورہ بالا تین ارکان کو کسی حالت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی فعل کے رکن نماز ہونے یا نہ ہونے کی کس طرح تشخیص کی جائے۔

شارع نے نماز کے لئے دو حدیں مقرر کی ہیں۔ حدِ اوّل میں یہ باتیں شامل ہیں۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ عدم استطاعت کی صورت میں اشارات کر کے نماز ادا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ نماز کے لئے دو حدیں مقرر فرمائیں۔ ایک وہ جس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں جب تک آدمی نماز کو حدِ اوّل کے مطابق ادا نہ کرے وہ اس کی فرضیت سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔ دوسری حد اس کی کامل ترین صورت ہے جس کے مطابق اگر اس کو ادا کیا جائے تو نماز کا پورا فائدہ آدمی کو حاصل ہوتا ہے۔

نماز کی قسم اوّل میں کئی ایک باتیں شامل ہیں:۔

(الف) وہ جو اگر چھوٹ جائیں تو ان کے ترک سے نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم آتا ہے۔

(ب) وہ جن کے نہ کرنے سے نماز میں نقصان تو ضرور آتا ہے لیکن اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب نہیں۔

(ج) وہ جن کے نہ کرنے سے کوئی خاص نقصان تو ظہور میں نہیں آتا لیکن ان کا تارک (ترک کرنے والا) سخت ملامت کا مستوجب ہوتا ہے۔

ان مراتب سہ گانہ میں فرق کرنا بہت مشکل ہے۔ ان کے متعلق کوئی بات نمایاں طور پر منقول نہیں اور نہ ہی ان کی بابت علماء صحابہؓ اور تابعین کا اجماع ثابت ہے۔ ایک آدھ جگہ پر ثبوت مل جائے تو مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق فقہائے امت میں سخت اختلاف ہے۔

اس کی اصل حدیث وہ ہے جو ایک ایسے شخص کے حق میں ہے جس نے نماز کو سکون اور طمانیت کے ساتھ نہیں پڑھا تھا اور آپؐ نے (آنحضرتؐ نے) اس سے دو یا تین بار ارشاد فرمایا کہ جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے تو نماز پڑھی ہی نہیں۔ جب اس نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے بہتر نماز پڑھنا نہیں آتی، تو آپؐ اس سے اس طرح مخاطب ہوئے:۔

جب تم نماز پڑھنے لگو تو کامل طور سے وضو کرو اس کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر تکبیر کہو اور جو کچھ تمہارے لئے آسان ہو اسی قدر قرآن پڑھو، قرآن پڑھ چکنے کے بعد رکوع کرو یہاں تک کہ

تمہارا ہر ایک عضو اپنی جگہ قرار پکڑے (اصل حدیث میں اس کو اطمینان سے تعبیر فرمایا ہے)۔

رکوع سے سر اٹھاؤ تو سیدھے کھڑے ہو جایا کرو پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو۔ سجدے سے سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور پھر اپنی ساری نماز کو اسی طرح سکون اور اطمینان کے ساتھ ادا کرو۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب تم اس طرح نماز پڑھو گے تو یہ کامل نماز ہوگی۔ اور اگر ان چیزوں میں سے کوئی بات کم کر دو گے تو تمہاری نماز ناقص تصور ہوگی۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کا یہ فرمانا صحابہ کرامؓ کو آپ کے پہلے قول کی نسبت زیادہ آسان معلوم ہوا کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی نماز کے افعال میں کسی قسم کی کوتاہی کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی نماز ناقص تصور ہوگی اور اس کو ثواب کم ملے گا لیکن یہ نہیں کہ سرے سے اس کی نماز ہی باطل ہو جائے۔

اذان کے بعد نماز کے بارے میں جو میں نے پڑھا وہ کچھ تو پچھلے صفحوں پر بیان کیا ہے لیکن سب سے اہم سوال یہ ہے کہ پانچ وقتوں کی نماز کا حکم قرآن میں کہاں ہے۔ یہی سوال کسی شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کیا تھا یعنی کیا پنجگانہ نمازوں کا حکم قرآن میں ہے تو انہوں نے فرمایا کہ "ہاں" اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ
وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا
وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۔

یہ آیتیں کتاب "اسوہ رسول اکرم صلعم" میں صفحہ نمبر ۲۵۶ اور صفحہ نمبر ۵۸۹ پر بھی دی ہوئی ہیں۔ جہاں ان کو صبح و شام کی دعا بتایا گیا ہے اور دونوں جگہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول درج ہے کہ جو شخص یہ دعا رات کو پڑھے تو دن کے تمام اذکار و اوراد کی کمی پوری کر دی جاتی ہے اور اگر صبح کو پڑھے تو رات کے تمام اذکار و اوراد کی کمی پوری کر دی جاتی ہے۔

میں یہ دعا صبح شام پڑھتا رہتا تھا جب سے میں نے کتاب اسوہ رسول اکرمؐ پڑھنا شروع کی تھی۔ میں ایک روز اتفاق سے صبح کو حسبِ معمول تلاوتِ کلام پاک کر رہا تھا تو پارہ نمبر ۲۱ میں سورہ روم پر پہنچا تو وہاں یہ آیتیں نظر سے گزریں۔ ان کے معنی دیکھے تو قرآن میں یہ معنی دیئے ہوئے تھے۔

"پس تم پاکی بیان کرو اللہ کی جس وقت تم شام کرتے ہو اور جس وقت تم صبح کرتے ہو اور اسی کے لئے حمد و ثنا ہے آسمانوں میں اور زمینوں میں اور اس کی پاکی بیان کرو سہ پہر کو یعنی تیسرے

پہر کو اور جس وقت تم ظہر کرتے ہو یعنی ظہر کے وقت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مزید وضاحت کی جیسا کہ حاشیہ قرآن پر لکھا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کرو سے مراد ہے نماز پڑھو اور حِیْنَ تُمْسُوْنَ کے فقرے میں رات کی نمازیں یعنی مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں اور حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ میں نمازِ فجر کی طرف اشارہ ہے اور وَعَشِیًّا میں اشارہ ہے نمازِ عصر کی طرف اور حِیْنَ تظہرون میں نمازِ ظہر کی طرف اشارہ ہے۔ اس طرح سے ان آیتوں میں پانچوں وقت کی نمازوں کا حکم آگیا اور الحمد فی السمٰوٰت والارض کے معنی ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ ہر وقت اللہ کی پاکی بیان کرتی رہتی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کی تعریف کرتے رہیں لیکن انسان چونکہ یہ قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے تمام اوقات نماز پڑھنے میں صرف کرے کیونکہ اس کے ساتھ کھانے پینے وغیرہ کے حوائج و ضروریات ہیں جس کے لئے اس کو دوسری مخلوق کی نسبت زیادہ تگ و دو کرنی پڑتی ہے جیسا کہ قرآن کے پارے نمبر ۲۷ کی سورہ النجم کی آیت نمبر ۳۸ ہے کہ وان لیس للانسان الا ما سعٰی جس کے معنی ہیں کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش کے برابر پر۔ یعنی انسان کو وہی ملے گا جس کی وہ کوشش کرے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندے پر عبادت میں تخفیف فرمائی اور دن کے اوّل اوسط اور آخر میں اور رات کے اوّل اور آخر میں نمازیں مقرر کیں

تاکہ وہ ان وقتوں میں نمازیں پڑھتا رہے تو اس کی عبادت گویا کہ دائمی عبادت میں شمار کی جائے گی۔ اس طرح سے پانچوں وقت کی نماز کا حکم قرآن میں بتایا گیا۔ اس کے بعد ابھی چند روز ہوئے میں معمول کے مطابق قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ سورۃ ق جو پارہ نمبر ۲۶ میں ہے اس میں بھی ایک آیت ہے جس میں نماز کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ یہ آیت نمبر ۳۸ ہے اور وہ یہ ہے:-

فاصبر علیٰ مایقولون وسبح بحمد ربک قبل
طلوع الشمس وقبل الغروب۔

ان آیتوں کے معنی قرآن میں یہ دیئے گئے ہیں کہ تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف و تسبیح کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو (یعنی نماز پڑھو) سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو۔ اس میں نماز عشاء اور نماز تہجد آگئی۔ اور ادبار السجود یعنی نمازوں کے بعد بھی اس کی تسبیح کرو۔ قرآن کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر ان آیتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے، پر یہ آیتیں ہیں اور ان کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ ان آیتوں کی شانِ نزول کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیتیں یہودیوں کے رد میں نازل ہوئیں جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی کائنات کو چھ دن میں بنایا جس میں پہلا دن یکشنبہ یعنی اتوار اور پچھلا جمعہ پھر وہ (معاذ اللہ)

تھک گیا اور سنیچر کو اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا۔ شانِ الٰہی میں یہودیوں کے یہ کلمات سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت سے ناگواری ہوئی یہاں تک کہ چہرۂ مبارک پر غصہ کی شدت سے سرخی نمودار ہوگئی اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین فرمائی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں جو میں نے پچھلے صفحے پر قرآن سے نقل کر کے لکھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شروع میں نماز تہجد بھی فرض نمازوں میں تھی لیکن بعد میں تہجد کی نماز کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوگیا جیسا کہ سورہ مزمل کی آخری آیتوں میں ہے۔

واللّٰہ یقدر الیل والنھار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم
فاقرءوا ما تیسر من القرآن علم ان سیکون منکم مرضٰی
وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون
یقاتلون فی سبیل اللہ فاقرءوا ما تیسر منہ واقیموا الصلوٰۃ
واٰتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً وما تقدموا لانفسکم من
خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیراً واعظم اجراً واستغفروا اللہ
ان اللہ غفور رحیم۔

ان آیتوں میں تہجد کی نماز کی فرضیت کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور یہ فرمایا کہ فرض نمازیں پڑھتے رہو، جتنا قرآن ممکن ہو پڑھو اور فرض نمازیں پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ سے بخشش طلب کرتے رہو۔ ان آیات میں زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم صادر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کے حاشیہ پر ان آیتوں کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس

آیت میں قرضۂ حسنہ سے مراد زکوٰۃ کے سوا خدا کی راہ میں خرچ کرنا بھی ہے مثلاً صلہ رحمی اور مہمان داری میں خرچ کرنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے تمام صدقات مراد ہیں جنہیں خوش دلی سے راہِ خدا میں خرچ کیا جائے لیکن یہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب تم کسی کو اس طرح سے کچھ دو تو یہ سمجھ کر نہ دو کہ وہ تمہیں اس سے زیادہ دے گا جیسے دنیا میں ہدیئے اور تحفے دینے کا دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ اس سے زیادہ مجھے دے گا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہدیئے اور تحفے شرعاً جائز ہیں۔

پس فرض نمازوں کے متعلق قرآن میں دو جگہ پنجگانہ نمازوں کا حکم اور ان کے اوقات کے بارے میں ثابت ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی پارہ نمبر ۲ سیقول میں سورہ بقر کی آیت نمبر ۲۲۷ ہے کہ حافظوا علی الصلوٰات و صلوٰۃ الوسطیٰ جس کے معنی ہیں کہ سب نمازوں کی پابندی کرو اور درمیانی نماز کی خصوصیت کے ساتھ پابندی کرو۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۳۰ پر اس آیت کو بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں میں سے تین وقتوں کی نمازوں کی سخت تاکید کی گئی ہے درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی سردی کی دونوں نمازیں پڑھتا رہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث ہے کہ جس نے نمازِ عصر کو ترک کیا اس کا عمل اکارت ہوگیا۔ حدیث ہے کہ جس کی نمازِ عصر قضا ہو جائے اس کی مثال یہ ہے کہ گویا اس

کے بال بچے گھر بار سب لٹ گیا۔ ایک اور حدیث ہے کہ منافقوں پر نمازِ فجر اور نمازِ خفتن پڑھنے سے کوئی دوسری نماز ثقیل تر نہیں۔ اگر وہ ان کی فضیلت جان لیں تو اُفتاں وخیزاں میں ان کو ادا کرنے کے لئے مسجد میں آئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ عصر کے علاوہ نمازِ فجر اور نمازِ عشاء جسے نمازِ خفتن کہا گیا ہے۔ (خفتن کے معنی سونے کے ہیں) یعنی سونے کے وقت کی نماز کی بھی سخت تاکید کی گئی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیت مذکورہ اور ان احادیث میں تین نمازوں کی بابت بہت تاکید کی گئی ہے اور ترغیب و ترتیب کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ تساہل اور تکاسل کا زیادہ تر احتمال انہی نمازوں میں ہو سکتا ہے۔ صبح کی اور خفتن کی نماز عین اس وقت پڑھی جاتی ہے جبکہ نفس کے تقاضے پر عمل کرنے والے خوابِ شیریں کا مزہ لوٹنے پر مائل ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں بستر کو چھوڑ کر خصوصاً سردیوں میں نماز پڑھنا ایک پرہیزگار قوی الایمان مسلمان کا ہی کام ہو سکتا ہے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جاتی ہے جو خرید و فروخت کرنے والوں کے لئے سب سے زیادہ مصروفیت کا وقت ہوتا ہے اور کھیتی باڑی کرنے والے اس وقت دن بھر کی مشقت سے تھکے ماندے ہوتے ہیں۔

اسی کتاب حجتہ اللہ البالغہ کے صفحہ نمبر ۱۳۱ پر ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے کہ بدوی لوگوں کا محاورہ تم پر نہ غالب آجائے جو نمازِ خفتن کو تمتمہ کہتے ہیں۔ کتاب اللہ میں اس کا نام صلواۃ العشاء ہے۔ اس حدیث سے بقول مصنف کتاب (حضرت شاہ ولی اللہ) یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتاب و سنت یعنی قرآن اور حدیث میں جس چیز کا جو نام رکھا گیا ہے اس کو ترک کر کے دوسرے نام کو مروج کرنا نہیں چاہیئے اس سے مذہبی الفاظ کے مفہوم میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے اور اسلامی کلچر محفوظ نہیں رہتا۔

نمازِ وسطیٰ (نمازِ عصر) سے متعلق مزید احادیث کتاب انتخابِ مسلم جس میں مسلم شریف کی منتخب احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اس کے صفحہ نمبر ۳۲ پر ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے جنگِ احزاب کے دن فرمایا کہ اللہ کفار کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں جنگ میں الجھا کر درمیانی نماز سے محروم کر دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۳ پر ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ہے کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عصر میں رکاوٹ پیدا کر دی یہاں تک کہ آفتاب سرخ یا زرد پڑ گیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کفار نے ہمیں جنگ میں الجھا کر نمازِ وسطیٰ یعنی نمازِ عصر ادا کرنے سے باز رکھا۔ اللہ ان کے پیٹوں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ نمازِ وسطیٰ سے دراصل کون سی نماز مراد ہے اس پر کچھ اختلاف ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ پانچوں نمازوں میں سے ہر نماز درمیانی نماز

ہوسکتی ہے جیساکہ دائمی جنتری مطبوعہ تاج کمپنی کے صفحہ نمبر ۲۷ پر بیان کیا گیا ہے لیکن میں نے مذکورہ بالا آیت کے معنی اور تفسیر جو میرے قرآن میں دی ہوئی ہے اس کو دوبارہ پڑھا تو اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ۔

حافظوعلی الصلوٰت وصلواۃ الوسطیٰ وقومو

اور اس کے معنی قرآن میں یہ دیئے ہیں کہ نگہبانی کرو سب نمازوں کی یعنی پنجگانہ فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر ارکان اور شرائط کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ اس آیت میں پانچوں وقت کی نمازوں کی فرضیت کا بیان ہے اور اولاد وازواج کے مسائل کے درمیان نماز کا ذکر فرمانا اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ ان کو یعنی اولاد اور ازواج کو نماز سے غافل نہ ہونے دو اور نماز کی پابندی سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے جس کے بغیر معاملات کا درست ہونا متصور نہیں۔ (یعنی تصور نہیں کیا جا سکتا) اس کے ساتھ ہی الصلواۃ الوسطیٰ کے بارے میں قرآن کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ اس سے نمازِ عصر مراد ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ اس سے نمازِ عصر مراد ہے۔ اور احادیث بھی الصلواۃ الوسطیٰ کے انہی معنوں پر دلالت کرتی ہیں کہ اس سے نمازِ عصر مراد ہے۔

میں نے بھی کئی جگہ پر ایسی احادیث پڑھی ہیں۔ مثلاً کتاب انتخاب مسلم، جس میں احادیث کی مستند ترین کتاب مسلم شریف کی منتخب احادیث نقل کی گئی ہیں۔ حسب ذیل احادیث پڑھی ہیں:۔

۱۔ مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر ۳۲ پر جو احادیث بیان کی گئی ہیں وہ میں پیچھے نقل کر چکا ہوں۔ اور یہ احادیث اس عنوان کے تحت بیان کی گئی ہیں۔

نمازِ وسطیٰ (درمیانی نماز) کا مفہوم

غرض کہ اب اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا کہ سنی مذہب کے پیرو جو حضرت امام ابوحنیفہ کی امامت کے علمبردار ہیں اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کے بھی قائل ہیں ان کے لئے نماز وسطیٰ سے مراد نمازِ عصر ہی ہے۔

تو اب یہ ثابت ہوگیا کہ پانچوں وقت کی نمازوں میں نمازِ فجر، نمازِ عصر اور نمازِ عشاء کی پابندی کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

قرآن کی مذکورہ بالا آیت کے معنی قرآن کے صفحہ نمبر ۴۵ پر یہ ہے اور اسی صفحہ کے حاشیہ پر اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے جو میں نے پہلے نقل کی ہے۔ اس تفسیر میں لفظ "واقومو" جو اس آیت میں آتا ہے، کہ معنی بتائے گئے ہیں، کھڑے ہو۔ اس سے قرآن کے مفسر کے مطابق نماز کے اندر کھڑے ہونے کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے۔

نماز سے متعلق آنحضرتؐ کی کچھ اور احادیث

کتاب اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ نمبر ۲۳۷ پر نماز کے متعلق حسب ذیل احادیث بیان کی گئی ہیں:۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جس چیز کا سوال بندے سے ہوگا وہ نماز ہے اگر وہ ٹھیک اتری تو اس کے سارے اعمال ٹھیک اتریں گے اور اگر وہ خراب نکلی تو اس کے سارے اعمال خراب نکلیں گے۔

طبرانی اوسط۔ حیواۃ المسلمین (یعنی ان کتابوں میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے) اس کے بعد دوسری حدیث یہ ہے کہ:

حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ وقت کی نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں۔ ان کے لئے جس نے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع وسجود جیسے کرنا چاہیئے ویسے کئے اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس شخص کو بخش دے گا۔ اور جس نے ایسا نہیں کیا اور نماز کے بارے میں کوتاہی کی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے وہ چاہے گا تو اس شخص کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔

یہ حدیث ان کتابوں سے نقل کی گئی ہے۔

۱۔ معارف الحدیث، ۲۔ مسند احمد، ۳۔ سنن بن ابو داؤد،

نماز پنجگانہ کے اوقات کے بارے میں حسب ذیل احادیث ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سہ پہر کو جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد سے لمبا ہو جائے تو اس وقت ظہر کا وقت ہو جاتا ہے جو

عصر کا وقت شروع ہونے تک رہتا ہے پھر عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے۔ پھر مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے شفقِ آفتاب کے ختم ہونے تک رہتا ہے پھر عشاء کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد سے شروع ہو کر شب کے پہلے نصف حصے تک رہتا ہے اور فجر کا وقت طلوع فجر یعنی صبح صادق سے شروع ہو کر طلوع آفتاب سے پہلے تک رہتا ہے اور جس وقت آفتاب طلوع ہو رہا ہو اس وقت کوئی بھی نماز نہ پڑھنا چاہیئے کیونکہ آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

یہ حدیثیں کتاب "انتخاب مسلم" کے صفحہ نمبر ۱۳۰ اور نمبر ۱۳۱ پر درج ہیں۔

فجر کے وقت کے بارے میں انہی صحابی یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کا وقت آفتاب کی پہلی کرن کے نمودار ہونے سے پہلے تک رہتا ہے اور ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے عصر کا وقت داخل ہونے تک رہتا ہے اور عصر کا وقت آفتاب کے زرد پڑ جانے اور اس کی کرنیں ختم ہو جانے تک رہتا ہے اور مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے شفق غائب ہونے تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت نصف شب تک رہتا ہے۔

نماز کے اوقاتِ ممنوعہ کا بیان کتاب "انتخاب مسلم" کے صفحہ نمبر ۱۳۴ پر ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے عصر کے بعد کوئی بھی نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے جب تک آفتاب غروب نہ ہو جائے۔ علیٰ ھذا (اسی طرح) نمازِ فجر کے بعد کوئی بھی نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے جب تک آفتاب طلوع نہ ہو جائے۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک اور نمازِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ تین ایسے وقت ہیں جن میں آنحضرتؐ نے ہمیں کوئی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ علیٰ ھذا (اسی طرح) ان اوقات میں مُردوں کو قبروں میں دفن کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

۱۔ ٹھیک سورج نکلنے کے وقت جب تک وہ خوب بلند نہ ہو جائے۔

۲۔ زوال کے آغاز کے وقت جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے۔

۳۔ غروبِ آفتاب کے وقت جب تک وہ مکمل غروب نہ ہو جائے۔

نماز وقت پر ادا کرنے کے بارے میں حسبِ ذیل احادیث ہیں جو کتاب انتخابِ مسلم کے صفحہ نمبر ۳۳، پر بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تمہارا کیا حشر ہوگا اگر تم اس قوم میں باقی رہ گئے جو نمازیں بعد از وقت ادا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا

پھر ہمارے لئے حضرت کی کیا ہدایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا نماز ہمیشہ اس کے وقت پر ادا کیا کرو پھر اپنے کاموں میں مشغول ہو جایا کرو۔

نماز وقت پر ادا نہ کرنیکے بارے میں مزید احادیث

۱۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دو وقتوں کی نمازیں بلا عذر جمع کرے۔ (یعنی ایک وقت کی نماز قضا کرکے دوسرے وقت کی نماز کے ساتھ پڑھے وہ ستّر (۷۰) سال تک آتشِ جہنم میں جلے گا) ایک روایت کے مطابق ایسا شخص ہشتاد حقبہ دوزخ میں رہے گا اور حقبہ اسّی (۸۰) سال کو کہتے ہیں۔

یہ حدیثیں میں نے کتاب "مطالبِ رشیدی" مصنفہ شاہ تراب علی صاحب کاکوروی کے صفحہ نمبر ۳۲، سے نقل کی ہیں۔

نماز فجر اور عشاء کے متعلق احادیث

حضرت جنید بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے (صفحہ نمبر ۳۵ کتاب انتخاب مسلم)

سردوں کی دونوں نمازوں یعنی نماز فجر اور نماز عشاء کے بارے میں حدیث شریف میں پیچھے لکھ چکا ہوں جو میں نے کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ نمبر ۱۳۰، سے نقل کی ہے۔ یعنی جو کوئی سردوں کی دونوں نمازیں

بڑھتا رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فرض نمازوں کے بعد سنت نمازوں کا بیان کتاب اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ نمبر ۲۷۱ پر ہے۔

فجر کی نماز کے بارے میں اور ایک اور حدیث صفحہ نمبر ۲۳۹ کتاب اسوہ رسول اکرمؐ پر یہ ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز فجر اسفار میں ادا کرو یعنی صبح کو خوب اجالا پھیل جانے پر فجر کی نماز پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجرو ثواب ہے۔ (سنن ابو داؤد، جامع ترمذی، مسند دارمی، معارف الحدیث۔

نماز میں تاخیر کی ممانعت

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

علی تین کام وہ ہیں جن میں تاخیر نہ کیجیو۔

۱۔ نماز جب اس کا وقت آجائے۔

۲۔ جنازہ جب تیار ہو کر آجائے۔

۳۔ بے شوہر والی عورت جب اس کے لئے کوئی مناسب جوڑ مل جائے۔

یہ حدیثیں کتاب "اسوہ رسول اکرمؐ" (جامع ترمذی، ماخذ معارف الحدیث) کے صفحہ نمبر ۲۳۹ پر ہیں۔

سونے یا بھول جانے کی وجہ سے نماز قضا ہو جائے تو حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی نماز کو بھول گیا یا نماز کے وقت سوتا رہ گیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے یا سو کے اٹھے اسی وقت پڑھ لے۔ (معارف الحدیث، صحیح بخاری)

نماز میں تساہل

حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا اور کیا رویہ ہوگا جب ایسے غلط کار اور خدا ناترس لوگ تم پر حکمران ہوں گے جو نماز کو مردہ اور بے روح کریں گے۔ (یعنی ان کی نمازیں خشوع وخضوع اور آداب کے اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے بے روح ہوں گی یا وہ نمازوں کو ان کے صحیح اوقات کے بعد پڑھیں گے؟

تو میں نے عرض کیا آپؐ کا میرے لئے کیا حکم ہے یعنی ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ آپؐ نے فرمایا تم وقت آجانے پر اپنی نماز پڑھ لو اس کے بعد اگر ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع آئے تو ان کے ساتھ پڑھ لو۔ یہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔

فرض اور سنت نمازوں کے بارے میں احادیث

کتاب اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ نمبر ۲۷۱ پر سنت

نمازوں کے بارے میں حسبِ ذیل احادیث بیان کی گئی ہیں۔

سنّتِ موکدہ

۱۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات دن میں بارہ (۱۲) رکعتیں علاوہ فرض نمازوں کے پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا۔ ان بارہ (۱۲) رکعتوں کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔

سنتِ فجر کے متعلق حدیث کتاب "اسوہ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۲۷۱ پر یہ ہے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں (معارف الحدیث، صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اس کو چاہیئے کہ وہ سورج نکلنے کے بعد ان کو پڑھے۔

سنتِ موکدہ کے بارے میں اوپر بیان کی ہوئی احادیث کتاب مطالبِ رشیدی مولفِ شاہ تراب علی صاحب کاکوروی ترجمہ حضرت مولانا مصطفٰے حیدر قلندر مدظلہ کاکوروی کے صفحہ نمبر ۳۱، پر بھی بیان کی گئی ہیں۔

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر یہ احادیث بھی ہیں۔

۱۔ جو شخص ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت پڑھے خدا اس کے گوشت پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔ اسی صفحہ پر یہ حدیث بھی ہے کہ:

جو شخص مغرب کی فرض کے بعد دو رکعت پڑھے قبل اس کے کہ کسی سے بات کرے تو وہ اعلیٰ علیین (بہشت کی سب سے بہتر جگہ) میں پہنچا دیا جائیگا۔ فرض اور سنت کے درمیان بات چیت نہ کرنا چاہیئے۔

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۲ پر ہے کہ:

یہ بھی حدیث ہے کہ جو شخص بھی عصر کی فرض سے پہلے چار رکعت پڑھے گا خدا اس کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ بعض محدثین کے نزدیک عصر کی سنتوں کا ثواب ہرگز ضائع نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے۔ بخلاف اور نوافل کے کہ جن کا ثواب غیبت وغیرہ کے سبب ضائع ہو جاتا ہے۔

فرض عشا سے پہلے چار رکعت سنّت کے بارے میں احادیث

کتاب مطالبِ رشیدی کے صفحہ نمبر ۳۲ میں ہے کہ:

حدیث شریف یہ بھی ہے کہ جو شخص فرض عشاء سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے اور درمیان سنت و فرض کے کسی سے بات نہ کرے تو اس کے لئے ایسا ہو گا کہ گویا اس کو شبِ قدر مسجدِ حرام میں ملی۔

مطالبِ رشیدی کے صفحہ نمبر ۳۲، پر یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کتاب ہمعات میں لکھا ہے کہ ضروری نمازیں پچاس رکعت

کے قریب ہیں۔ ان میں سے سترہ (۱۷) رکعت فرض کی ہیں اور بارہ روایت یعنی سنّتِ موکدہ اور گیارہ رکعت لیل یعنی رات کی نماز اور دو رکعت اشراق کی اور چار رکعت زوال کی اور چار رکعت ضحیٰ (یعنی چاشت) ان پچاس رکعت کو لازم کر لینا چاہیئے۔

اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے کہ:

حضرت شاہ مجا قلندر لاہر پوری نے ایک خط میں شیخ جلال جونپوری (ہندوستان کے شہر جونپور کے رہنے والے) کو لکھا ہے کہ نمازِ پنجگانہ کی پابندی سے کبیرہ گناہوں کے سوا اور سب برائیاں مٹ جاتی ہیں۔

عصر کی سنّتوں کے بارے میں کتاب "اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" کے صفحہ نمبر ۲۸۲ پر ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس بندہ پر جو عصر کی فرض سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔

(جامع ترمذی، مسند احمد)

نوافعل یعنی نفل نمازوں کے بارے میں احادیث

کتاب "اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" کے صفحہ نمبر ۲۸۴ پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نوافل مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے جس کی وجہ سے مسجد کے آنے جانے میں کسی قسم کی دقت یا رکاوٹ نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود فرائض کے علاوہ مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا بہ نسبت مسجد کے زیادہ پسند ہے۔

اس کتاب کے اسی صفحہ پر آگے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بنالو کہ جس طرح قبروں پر نمازیں نہیں پڑھی جاتیں تو گھروں میں بھی نماز نہ پڑھو۔ (مشکوٰۃ)

کتاب مطالبِ رشیدی کے صفحہ نمبر ۳۳ پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حضرت جبرئیلؑ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا یَزَالُ عَبْدِی یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّیَدًا وَّلِسَانًا بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ۔

(یعنی ہمیشہ جب میرا بندہ میری طرف بذریعہ نوافل قربت چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ میں جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان اور آنکھ اور ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں۔ وہ مجھ ہی سے سنتا ہے، مجھ ہی سے دیکھتا ہے، مجھ ہی سے بولتا ہے اور مجھ ہی سے پکڑتا ہے)

یہ حدیث کتاب مطالبِ رشیدی کے صفحہ نمبر ۳۳ پر بیان کی گئی ہے

اور اسی صفحہ پر اس سے آگے ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو ان کے دل کے اندر جوش ہوتا تھا مثل لوہے کی دیگ کے جوش مارنے کے کہ جس کے نیچے آگ جلادی گئی ہو ۔ اور اس کے آگے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جب نماز پڑھتے تھے یا نماز پڑھنے کا قصد کرتے تھے تو تمام رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور جسم کانپنے لگتا تھا اور فرماتے کہ امانت ادا کرنے کا وقت آگیا ہے کہ جس کے اٹھانے سے آسمان وزمین عاجز ہوتے ہیں ۔

اس سے آگے اس کتاب کے اسی صفحہ پر بیان کیا گیا ہے کہ سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ۔ عَلَامَةُ الصِّدْقِ اَنْ یَکُوْنَ بَاعِثًا مِّنَ الْحَقِّ اِذَا دَخَلَ وَقْتُ الصَّلٰوۃِ بَعْثَۃً عَلَیْھَا وَیَبْعَثَہٗ اِنْ کَانَ نَائِمًا ۔

یعنی صادقین پر حق تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے کہ جو ان کو نماز کے وقت اٹھاتا ہے اور اگر سوتے ہوں تو جگا دیتا ہے ۔

اس سے آگے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۳۴ پر بیان کیا گیا ہے کہ :

"کشف المحجوب" میں لکھا ہے کہ ایک گروہ کا قول ہے کہ نماز آلۂ حضورؐ ہے اور دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ آلۂ غیب ہے ۔ جو گروہ کہ غائب تھا حاضر ہو جاتا ہے اور جو گروہ کہ حاضر تھا وہ غائب ہو جاتا ہے ۔ اس جہاں میں کہ جو موقع دیدار کا ہے وہاں جو گروہ کہ خدا کو نہیں دیکھتا ہے وہ غائب ہوتا ہے مگر نماز میں حاضر ہو جاتا ہے ۔ اور جو گروہ کہ حاضر ہوتا ہے وہ غائب ہو جاتا ہے ۔ (بے خود ہو جاتا ہے) میں کہ علی ابن

عثمان جلالی ہوں کہتا ہوں کہ نماز امر ہے جو آلۂ حضورؐ ہے نہ آلۂ غیب، اس لئے کہ امر کسی چیز کے واسطے آلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حضوری (قلب) خود ہی حضوری ہے اور اسی طرح غیبت (یعنی غفلت خود ہی غیبت ہے۔)

خدائے تعالیٰ کا امرؐ :

خدا تعالیٰ کا امر (حکم) کسی چیز کا سبب اور تعلق نہیں ہوتا اگر نماز کی وجہ سے حضوری قلب ہو تو چاہیئے تھا کہ کوئی نمازی کبھی فسق و فجور میں مبتلا نہ ہوتا ۔ اور اگر نماز کی وجہ سے غیبت (یعنی غفلت) ہوتی ہو تو چاہیئے تھا کہ غافل اس کے چھوڑنے سے حضوری قلب حاصل کر لیتا اور جب غائب کو اس کو چھوڑنے کیلئے کوئی عذر (یعنی نقصان) نہیں ہے تو نماز بجائے خود ایک فرض ہے کہ جس کیلئے غیب اور حضوری کا کوئی تعلق نہیں ۔ چنانچہ مجاہدہ کرنیوالے اور عبادت میں مستعدی کرنیوالے نمازیں بہت پڑھا کرتے ہیں اور اس کیلئے حکم بھی فرماتے ہیں ۔ اکثر مشائخ اپنے مریدوں کو رات دن میں چار سو رکعت پڑھنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ جسم کو عبادت کی عادت ہو جائے اور اہلِ استقامت بھی بہت نمازیں پڑھتے ہیں تاکہ درگاہِ خدا میں اپنی مقبولیت کا شکر ادا کریں ۔ مگر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ صاحبانِ حال کے دو گروہ ہیں :

۱۔ ایک گروہ کی یہ حالت ہے کہ وہ نماز میں کمالِ مسرت کی حالت میں رہتے ہیں جس سے ان کو دلجمعی حاصل ہوتی ہے ۔

۲۔ بخلاف اس کے دوسرا گروہ وہ ہے جن کو نماز میں مسرت و اطمینان نہ ہونے کی وجہ سے پریشان خاطری رہتی ہے اور مقام تفرقہ پر ہونے کی وجہ سے دلجمعی ان کو نہیں آتی۔ جن لوگوں کو نماز میں دلجمعی ہوتی ہے وہ شب و روز نمازیں پڑھا کرتے ہیں اور جن لوگوں کو نماز میں دلجمعی نہیں ہوتی وہ سوائے فرائض اور سنت کے نمازیں کم پڑھا کرتے ہیں۔

حضرت حسین منصورؒ نے چار سو رکعت نفل اپنے اوپر فرض کر لی تھیں، لوگوں نے پوچھا کہ آپ جس مرتبہ پر فائز ہیں وہاں کے لئے یہ غیر ضروری تکلیف ہے انہوں نے فرمایا کہ جس جگہ تم ہو وہاں رنج اور راحت سے تمہارے حال کا پتہ لگتا ہے اور جو دوست فانی الصفت (کسی قسم کا اثر نہ لینے والے) ہوتے ہیں ان پر نہ رنج اثر کرتا ہے نہ راحت۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے کوئی ورد دن اور رات میں سے کبھی نہیں چھوٹتا تھا کہ جو وہ جوانی میں کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ اے شیخ! اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں بعض نوافل چھوڑ دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ ابتدا میں پایا انہی کی بدولت پایا۔ اب یہ محال ہے کہ انتہا پہ ان سے ہاتھ اٹھالوں۔

بہرحال میرے لئے یہ مضمون بہت دقیق ہو گیا ہے لہٰذا میں اختصار کی خاطر اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ نفل نمازیں کون کون سی ہیں اور ان کی فضیلتیں کیا ہیں اور ان کے پڑھنے کی ترکیبیں کیا ہیں۔ چنانچہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نوافل میں سب سے افضل نماز تہجد ہے جس کے لئے نفل نماز کی ایک اور حدیث کتاب "اسوہ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۳۲۱ پر یہ ہے کہ جب حضورؐ کو کوئی

دشواری پیش آتی تھی تو آپ نماز نفل پڑھتے تھے۔ اس عمل سے ظاہری و باطنی دنیوی و آخروی نفع ہوتا ہے اور پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

جیسا کہ کتاب "اسوہ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۱۴۱ پر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب سے بہت ہی قربت حاصل کر لیتا ہے، پس تم اس حالت میں خوب خوب دعائیں کیا کرو۔ چنانچہ میں رات کو تہجد کی نماز کے بعد اسی حالت میں دعا کرتا ہوں اور اس کے ساتھ سجدے میں تین مرتبہ تسبیح سُبحَانَ رَبِّیَ الاعلٰی تین مرتبہ پڑھنے کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی سورۂ بقر کی آخری آیتیں آمن الرسول سے ختم سورت تک پڑھ کر دعا کرتا ہوں۔

کتاب "اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" کے صفحہ نمبر ۵۳۲ پر حدیث شریف بیان کی گئی ہے کہ جو کوئی مصیبت اور سختی میں آیت الکرسی اور سورۂ بقر کی آخری آیتیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی فریاد رسی کرے گا۔

نوافل نمازیں:۔ ان میں تہجد و اشراق و چاشت عام طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ نماز تہجد کی فضیلت کتاب "اسوۂ رسول کریمؐ" کے صفحہ نمبر ۲۷۸ پر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا مالک اور رب تبارک و تعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ

سے مغفرت اور بخشش چاہے، میں اس کو بخشش دوں' ــــ چنانچہ یہی وقت نمازِ تہجد کا ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم معارف' الحدیث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو دو دو رکعتیں کر کے پڑھتے۔

کتاب "حصن حصین" کے صفحہ نمبر ۱۰۲ پر ہے کہ فرض نماز کے بعد سب سے افضل نمازِ آخرِ شب میں تہجد کی نماز ہے۔ یہ نماز دو دو رکعتیں کر کے پڑھی جاتی ہے جیسے رات کی اور نفل نمازیں۔

یوں تو نفل نمازیں اور نمازوں کی طرح ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن ایک کتاب "تذکرۂ جلیبی" (جو ایک بزرگ شاہ حبیب حیدر صاحب کے حالات اور ان کی تعلیمات پر مشتمل ہے) میں نوافل کی خاص اور بہت آسان ترکیبیں بتائی گئی ہیں۔

تہجد کی نماز:۔ یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور فرض نماز کے بعد اس کا سب سے زیادہ ثواب ہے۔ اس کی کم سے کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے ہی شروع ہو جاتا ہے لیکن مستحسن یہی ہے کہ اس کو آخرِ شب میں پڑھا جائے۔ اس کی ترکیب کتاب "تذکرۂ جلیبی" کے صفحہ نمبر ۵۰ پر دی گئی ہے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد اور اسکے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔

تہجد نماز کی ترکیب

آنحضرت صلعم تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اس لئے مستحب یہی ہے کہ

کم سے کم آٹھ رکعتیں پڑھی جائیں اور اسی کتاب میں ہے کہ تہجد کی نماز میں ہر چار رکعتوں کے بعد تسبیح فاطمی پڑھنا بہت مفید ہے۔

اس کے بعد نمازِ اشراق ہے۔ کتاب "اسوۂ رسول اکرم صلعم" کے صفحہ نمبر ۲۸۱ پر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ صبح کو جب آفتاب اتنا اونچا چڑھ جائے جتنا اونچا عصر کے وقت ہوتا ہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز اشراق پڑھتے تھے اور جب آفتاب مشرق کی طرف اتنا اونچا ہو جاتا جتنا ظہر کے وقت ہوتا ہے تو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت نماز چاشت پڑھتے تھے۔ کتاب حصن حصین کے صفحہ نمبر ۸۷ پر ہے کہ جب دن اچھی طرح چڑھ جائے (تقریباً ۱۰ دس اور گیارہ ۱۱ کے درمیان) تو چار رکعت نماز چاشت پڑھے اور اس کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ: حدیث قدسی ہے۔

"یَابْنَ اٰدَمَ اِرْکَعْ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ اَوَّلَ النَّھَارِ اَکْفِکَ اٰخِرَہٗ"

یعنی اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے (یہ حدیث قدسی ہے) اے آدم کی اولاد تو دن کے اوّل حصے میں میرے لئے چار رکعتیں پڑھ لے تو میں دن کے آخری حصّے تک تیرے لئے کفایت کروں گا۔ (یعنی تیری ساری مشکلیں آسان کرونگا)

کتاب "انتخابِ مسلم" کے صفحہ نمبر ۳۹ پر ہے کہ:

حضرت ام حبیبہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ایک دن رات میں بارہ (۱۲) نفلیں پڑھے گا اس کے لئے ان کے عوض جنت میں ایک مکان تعمیر کیا جائے گا۔

حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے آنحضرتؐ سے یہ سنا تب سے میں نے کبھی یہ رکعتیں قضا نہیں کیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرتؐ فربہ ہوگئے اور جسم مبارک بھاری ہوگیا تو اکثر بیٹھ کر نماز ادا فرمانے لگے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اگر کبھی کسی تکلیف سے یا اور کسی عذر کی بناء پر آنحضرتؐ کی رات کی نفلیں قضا ہوجاتی تھیں تو آپ یہ بارہ نفلیں دن میں ادا فرمالیا کرتے تھے۔

کتاب "انتخاب مسلم" کے صفحہ نمبر ۴۰ پر ہے کہ:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ جب وسط شب میں تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ قَيُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ۔ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ۔ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ۔ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ۔ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ۔ وَالنَّارُ حَقٌّ۔ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَاَخَّرْتُ وَاَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ۔ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اس دعا کے معنی اس کتاب کے اسی صفحہ پر دیئے گئے ہیں:

اے اللہ تیرے ہی لئے سب حمد و ثناء ہے۔ (دعا کی پہلی سطر کے معنی) تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے، تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں" اے

اللہ تو ہی سب آسمانوں اور زمینوں کا محافظ ہے۔ تیرے ہی لئے تمام خوبیاں ہیں تو ہی آسمانوں اور ان میں موجود مخلوقات کا پروردگار ہے۔ تیرا وعدہ سچا، تیرا ارشاد برحق، تیری زیارت کا حصول برحق، جنت برحق، دوزخ برحق اور قیامت برحق ہے۔ اے اللہ میں نے خاص تیری رضا کے لئے اسلام قبول کیا، میں تجھ پر ایمان لے آیا۔

یہی دعائیں کتاب "حصن حصین" کے صفحہ نمبر ۱۱ پر بھی دی ہوئی ہیں۔

گھروں میں نفل نمازیں ادا کرنے کا بیان

کتاب "انتخاب مسلم" کے صفحہ نمبر ۴۳ پر حضرت ابو عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔

نفل نمازوں کی آسان ترکیبیں

تہجد کی نماز دو دو رکعت کرکے پڑھی جاتی ہے کیونکہ آنحضرتؐ اسی طرح پڑھتے تھے۔ اس نماز کی ترکیب بیان کرچکا ہوں۔ یعنی ہر رکعت میں پہلے سورۂ الحمد پڑھے اس کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

چاشت نماز کی ترکیب یہ ہے کہ ہر رکعت میں پہلے الحمد کی سورت پڑھے اس کے بعد آیت الکرسی پڑھے اور اس کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔

اشراق کی دو رکعتیں اسی طرح پڑھے جس طرح تہجد کی نماز پڑھی جاتی ہے ۔ یعنی ہر رکعت میں پہلے الحمد کی سورت اس کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے ۔ نوافل کو مذکورہ بالا ترکیبوں سے پڑھے ۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوگا جب سورۂ اخلاص کی فضیلت معلوم ہو جائے گی جو میں آگے بیان کروں گا ۔

سنّت اور نفل نمازوں کے بعد نمازِ وتر کے متعلق احادیث

نمازِ اشراق اور نمازِ چاشت کے متعلق مزید احادیث کتاب "مطالب رشیدی" کے صفحہ نمبر ۱۰۰ پر یہ ہیں ۔

۱۔ جو شخص صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر و تسبیح یا اور جو کچھ جانتا ہو اس میں آفتاب نکلنے تک مشغول رہے اور اس کے بعد دو رکعت نمازِ اشراق پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت سے ہزار گنہگاروں کو بخش دیگا اور آتشِ دوزخ سے اسے خلاصی دے دے گا ۔ اور اگر نمازِ اشراق کے بعد ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پڑھے تو اس کا ایمان محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار میسر ہوگا اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا ۔ اس کے بعد جب ایک پہر دن چڑھ جائے تو نمازِ چاشت پڑھے جس میں چار، آٹھ یا بارہ رکعتیں ہیں ۔ کہتے ہیں کہ تین ہزار بلائیں آسمان سے اترتی ہیں لیکن نمازِ چاشت کے پڑھنے والے پر

نہیں آتی ہیں ۔

عصر سے پہلے چار رکعت سنّتوں کے بارے میں کتاب "مطالب رشیدی" کے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر منقول ہے کہ قیامت کے دن کسی گناہ کی پاداش میں اور عبادتیں دشمنوں کو دیدی جائیں گی سوائے روزہ اور سنتِ عصر کے ۔

اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے کہ فرض عصر کے بعد سو (۱۰۰) بار استغفار پڑھنا چاہیئے جس سے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۔

نمازِ وتر کے بارے میں احادیث

حضرت خارجہ بن خدافہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور نماز تمہیں مزید عطا فرمائی ہے وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہترین ہے جن کو تم دنیا کی عزیز ترین دولت سمجھتے ہو، وہ نمازِ وتر ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لئے عشاء کے بعد سے طلوعِ صبحِ صادق تک مقرر کیا ہے یعنی وہ اس وسیع وقت کے ہر حصّے میں پڑھی جاسکتی ہے ۔

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، معارف الحدیث)

میں نے یہ حدیث کتاب "اسوۂ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۲۷۲ سے نقل کی ہے کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اندیشہ ہو کہ آخری رات میں وہ اٹھ نہ سکے گا اس

کو چاہیئے کہ وہ رات کے شروع میں یعنی عشاء کے ساتھ ہی وتر پڑھ ڈالے اور جس کو یہ پوری امید ہو کہ وہ تہجد کے لئے آخر شب میں اٹھ سکے گا اس کو چاہیئے کہ وہ آخر شب میں ہی یعنی تہجد کے بعد وتر پڑھے اس لئے کہ اس وقت کی نماز میں ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں۔

(معارف الحدیث، صحیح مسلم)

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص وتر سے سوتا رہ جائے یعنی نیند کی وجہ سے اس کی نمازِ وتر قضا ہو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے یا جب وہ جاگے تو اسی وقت پڑھ لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعتیں پڑھتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، معارف الحدیث)

کتاب "اسوۂ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۲۷۷ پر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا کہ مجھے تو کسی نے آپ کے حوالے سے بتایا تھا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں مسئلہ وہی ہے (یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے مقابلے میں آدھا ثواب ہوتا ہے)

یہ حدیث کتاب "اسوۂ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۲۷۷، اور ۲۷۸،

پر بیان کی گئی ہے۔

میں نے پچھلے صفحات میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے نماز پنجگانہ کے حکم کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ روم کی ان آیتوں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے ایک شخص کے استفسار کے جواب میں تلاوت فرمائی تھیں یعنی۔ فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون۔

ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون۔

یخرج الحیّ من المیّت ویخرج المیّت من الحیّ ویحی الارض بعد موتھا وکذٰلک تخرجون۔

ایک روز میں حسبِ معمول تلاوت کلام پاک کر رہا تھا۔ جب میں پارہ نمبر ۲۶ میں سورۂ ق تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سورۂ ق میں بھی کچھ آیتیں ہیں جن میں نماز پنجگانہ کے اوقات بتائے گئے ہیں۔

وہ آیتیں نمبر ۳۷، ۳۸، اور ۳۹ ہیں جو یہ ہیں۔

(۳۷) وما خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام۔

(۳۸) وما مسّنا من لّغوب، فاصبر علیٰ ما یقولون وسبح بحمد ربّک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب۔

(۳۹) ومن الیّل فسبّحہُ وادبار السجود۔

ان آیات کے معنی ہیں:

اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی۔

تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔ یعنی نماز پڑھو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور کچھ رات گئے۔ اس کی تسبیح کرو اور وادبار السجود۔ (یعنی نمازوں کے بعد۔

چنانچہ بخاری شریف میں حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے چاہے وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں یعنی بہت ہی کثیر ہوں۔

ان آیتوں کی تفسیر کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیتیں یہودیوں کے رد میں نازل ہوئیں جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان اور ان کے درمیانی کائنات کو چھ روز میں بنایا جس میں سب سے پہلا دن یکشنبہ یعنی اتوار ہے اور پچھلا جمعہ پھر اس کے بعد وہ معاذ اللہ تھک گیا اور سنیچر کو اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا۔ شانِ الٰہی میں یہودیوں کا یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سیدِ عالم کو بہت ناگوار ہوا) اور شدت غصہ سے چہرۂ مبارک پر سرخی نمودار ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیتوں میں جیسا کہ بالکل ظاہر ہے۔

وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب۔

تک کے معنی ہیں کہ نماز پڑھو فجر، ظہر اور عصر کے وقت اور من الیل فسبحہ کے معنی ہیں اور رات گئے اس کی تسبیح کرو۔ اس فقرے میں مغرب، عشاء اور تہجد کی نمازیں آگئیں اس کے معنی یہ ہوئے کہ نماز تہجد بھی ابتدائے اسلام میں فرض تھی لیکن بعد میں اس کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوگیا جیسا کہ سورۂ مزمل کی آخری آیتیں خاص کر یہ آیت ظاہر کرتی ہے۔

وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ۔

اس کے معنی ہیں کہ خدا تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اور اس نے معلوم کیا کہ تم رات بھر کی عبادت کو نباہ نہ سکو گے پس اس نے تم پر مہربانی کی پس جتنا آسانی سے ہوسکے اتنا قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس نے جانا کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض خدا کے فضل یعنی معاش کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہوسکے اتنا پڑھ لیا کرو اور فرض نمازیں پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور خدا کو نیک اور خلوصِ نیت سے قرضہ حسنہ دیتے رہو اور ان آیتوں کی تفسیر مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ رات کے قیام تہجد کی نماز کے حکم کو منسوخ فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرض نمازیں پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جتنا آسانی سے ہوسکے اتنا قرآن پڑھتے رہو اور اللہ سے بخشش طلب کرتے رہو تو اللہ کے پاس تم اپنے لئے بہتر اور بڑا ثواب پاؤ گے لیکن قرآن کے حاشیہ پر پھر ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں قرضۂ حسنہ سے

مراد زکوٰۃ کے سوا خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ مثلاً صلہ رحمی اور مہمان داری میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے تمام صدقات مراد ہیں جنہیں خوش دلی کے ساتھ خدا کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے لیکن یہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب تم کسی کو اس طرح سے کچھ دو تو یہ سمجھ کر نہ دو کہ وہ تم کو اس سے زیادہ دے گا۔ جیسے دنیا میں ہدیئے اور نیوتے دینے کا دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کر کے دیتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ اس سے زیادہ مجھ کو دے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہدیئے اور نیوتے دینا شرعاً جائز ہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے منع فرمایا گیا کیونکہ شانِ نبوت بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور اس منصب کے لائق یہی ہے کہ جس کو جو دیں وہ محض کرم ہو اس سے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔

تلاوتِ کلام پاک کے متعلق احادیث

کتاب "مطالبِ رشیدی" کے صفحہ نمبر ۷۸، پر ہے:

واضح ہو کہ حدیثِ شریف میں ہے کہ میرے نزدیک سب سے بہتر عبادت قرآن پڑھنا ہے اور فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کرنے والا قرآن ہو گا۔ اس سے زائد بزرگ نہ کوئی پیغمبر نہ کوئی فرشتہ ہو گا۔ حجۃ الاسلام امام احمد غزالی نے فرمایا ہے کہ قرآن کا صرف پڑھنا ہی مقصد نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا ہے اور صفحہ نمبر ۸۲، پر

ہے کہ قرآن پڑھنے کے بہت فوائد ہیں۔

ایک فارسی شعر کا ایک مصرع ہے کہ:

دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآن خوانند

اس کا ترجمہ ہے کہ اس قوم سے شیاطین بھاگتے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں۔

قرآن کا پڑھنا یاد رکھنے کے لئے ہوتا ہے اور یاد رکھنا اس کے احکام کی تعمیل کرنے کے لئے ہے۔ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے اس کی مثال ایسے بندے کی ہے کہ جس کو مالک کا فرمان پہنچے جس میں احکام لکھے ہوں تو وہ اس کو اطمینان سے بیٹھ کر اس طرح پڑھے کہ حروف اچھی طرح سے ادا ہوں اور جو کچھ اس تحریر میں ہو اس پر عمل نہ کرے تو ایسا شخص بے شک عذاب کا مستحق ہو گا۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر آگے ہے کہ قرآن پڑھنے کے لئے آدابِ ظاہری اور آدابِ باطنی بھی ہیں۔

ظاہری آداب چھ (٦) ہیں۔

١۔ ادب اور حرمت سے پڑھے اور اس سے قبل طہارت حاصل کرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے انکسار کے ساتھ بیٹھے۔

٢۔ ٹھہر ٹھہر کے پڑھے اور اس کے معانی پر غور کرے اور اس کی کوشش نہ کرے کہ جلدی ختم ہو جائے۔

٣۔ رو رو کر پڑھے اگر آنکھ سے نہ رو سکے تو چاہیئے کہ دل سے روئے

یعنی پوری طرح سے اثر لے کر پڑھے۔

۴۔ قرأت کا حق ادا کرے کیونکہ آنحضرتؐ جب کوئی عذاب کی آیت پڑھتے تھے خدا سے پناہ مانگتے تھے۔ اور جب کوئی رحمت کی آیت پڑھتے تھے تو رحمت کی دعا کرتے تھے اور جب کوئی تنزیہ کی آیت پڑھتے تھے تو تسبیح کرتے تھے۔ اور قرأت شروع کرتے وقت اعوذ باللہ پڑھتے تھے اور جب قرأت سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّھُدًی وَّرَحْمَةً اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَھِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاجْعَلْهُ حُجَّةً لِّیْ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ۝۔

اس دعا کا اردو ترجمہ ہے کہ:

اے اللہ بذریعۂ قرآن مجھ پر رحمت نازل فرما، میرے لئے اس کو پیشوا ہادی اور رحمت بنا دے۔ اے اللہ اس میں جو کچھ بھول گیا ہوں وہ یاد دلا اور جس چیز کو میں نہیں جانتا اس کا علم دے اور رات اور دن میں اس کی تلاوت کی توفیق دے اور اے رب العالمین میرے لئے اس کو حجت گردان۔

۵۔ اگر پڑھنے میں کچھ ریا ہو یا اس کے پڑھنے سے کسی کی نماز میں خلل پڑتا ہو تو آہستہ سے پڑھے اور اگر یہ باتیں نہ ہوں تو بہتر ہے کہ بلند آواز سے پڑھے کیونکہ اس سے ہمت قوی ہو گی اور سرور میں

زیادتی ہوگی اور نیند بھی جاتی رہے گی اور سوئے ہوئے جاگ پڑیں گے کہتے ہیں کہ دیکھ کر قرآن پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ اس میں آنکھوں سے کام لیا جاتا ہے۔

۶۔ اس بات کی کوشش کرے کہ قرآن اچھی آواز سے پڑھے۔ جتنی آواز اچھی ہوگی اتنا ہی دل پر اثر ہوگا لیکن لفظ لفظ اور حرف حرف ایسی آواز بنا کر پڑھنا کہ جس طرح قوالوں کی عادت ہے مکروہ ہے۔

باطنی آدابِ تلاوت بھی چھ (۶) ہیں۔

۱۔ کلام کی بزرگی کو جانے کہ اللہ کا کلام ہے اور قدیم ہے اور اس کی صفت ہے اور اسی کی ذات سے قائم ہے اور جو کچھ زبان سے ادا ہوتا ہے وہ حروف ہیں جس طرح آگ کا لفظ زبان سے کہنا آسان ہے لیکن اس کو چھونے کی طاقت نہیں اسی طرح اگر ان حروف کے معنی کی حقیقت ظاہر ہو جائے تو ساتوں آسمان اور ساتوں زمین بھی اس کی تجلی کی طاقت نہیں رکھتے۔ جمال اور عظمت نے حروف کا لباس پہن لیا ہے تاکہ زبانوں کو اور دلوں کو اس کے برداشت کی طاقت ہو۔ کلام الٰہی کو بغیر حروف کا لباس اوڑھائے آدمیوں تک پہنچانا ناممکن نہیں تھا۔ بہت سے آدمیوں کی قسمت میں قرآن کی آوازوں سے زیادہ کچھ اور نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ خود قرآن سے مراد صرف حروف اور آوازیں ہیں۔ ان لوگوں کا یہ سمجھنا دل کے نقص کی وجہ سے ہے اور یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی بلیغ اور بہتر معانی ہیں کہ ان کی حقیقت تک کوئی

آسانی سے نہیں پہنچ سکتا۔ جس طرح کہ ہر جسم کے لئے ایک روح ہے جس سے وہ جسم باقی رہتا ہے اسی طرح حروف کے لئے معانی ہیں یعنی حروف مثل جسم کے ہیں اور جسم کی عزت روح سے ہوتی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال رکھے اور یہ سمجھے کہ یہ اس کا کلام ہے اور قرآن پڑھنے سے قبل دل کو حاضر کرے اور یہ سمجھے کہ کس مالک کے کلام کو پڑھ رہا ہے اور کس خطرے میں بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا یمسّہٗ الا المطھرّون

یعنی جس طرح قرآن کو چھونے کیلئے ہاتھ پاک ہونا چاہیئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام کی حقیقت کو پاک دل کے سوا جو برے اخلاق کی نجاست سے دور ہو اور تعظیم اور توقیر کے نور سے آراستہ ہو، کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

ہر شخص قرآن کی عظمت کو نہیں جانتا اور یہ عظمت دل میں نہیں آتی جب تک کہ اس کی صفات اور افعال پر غور نہ کرے۔ اس کو جاننا چاہیئے کہ یہ قرآن اس اللہ کا کلام ہے جس کے قبضۂ قدرت میں یہ سب عالم ہے ایسا کرنے پر حق تعالیٰ کی کچھ عظمت اس کے دل میں ظاہر ہوگی کیونکہ اس کے جلال اور عظمت کی علامتیں اس کی مخلوق میں ظاہر ہیں۔

باطنی آداب تلاوت صفحہ نمبر ۸۰ رکتاب "مطالب رشیدی"

۳۔ دل کو حاضر رکھے اور پڑھنے میں غافل نہ ہو اور نفس کی باتیں اسے ادھر ادھر پریشان کر کے غافل نہ کریں۔ جو کچھ غفلت میں پڑھے اس کو پڑھا ہوا نہ سمجھے۔ پھر دوبارہ شروع کرے، مثلاً کوئی شخص کسی

باغ گے دیکھنے کو جائے اور وہاں سے عجائبات باغ دیکھ کر غافل نکل آئے تو ایسا دیکھنا ہی بیکار ہے۔ قرآن شریف مومنوں کا تماشہ گاہ ہے اس میں حکمتوں کے عجائبات ہیں جو کوئی ان عجائبات میں غور کریں گا وہ کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہ ہوگا تو اگر کوئی شخص قرآن کے معنی نہ جانتا ہو تو اس کے پڑھنے سے فائدہ کم ہوگا۔ یہ ضروری ہے کہ قرآن کی عظمت دل میں برقرار رکھے تاکہ خیالات پریشان نہ ہوں۔

۴۔ ہر کلمہ کے معنی پر غور کرے تاکہ اس کے معنی سمجھ میں آئیں ورنہ پھر سے پڑھے اور اگر اس معنی سے کوئی لذت پائے تو اس کو دوبارہ پڑھے کہ یہ بہت پڑھنے سے کہیں بہتر ہے۔ اگر کوئی آیت پڑھتا ہو اور کسی آیت کے معنی پر غور کرتا ہو تو اس نے اس آیت کا حق نہیں ادا کیا۔ ہر آیت کے پڑھنے کے وقت حق کے سوا کوئی دوسرا خیال نہ لائے۔ جب صفات حق تعالیٰ کی آیتیں پڑھے تو صفات کے اسرار پر غور کرے کہ قدّوس و عزیز و جبّار و حکیم وغیرہ کے کیا معنی ہیں اور جب آیات مثل خلق السمٰوات والارض پڑھے تو ان کے عجائبات سے خالق کی عظمت کو سمجھے اور اس کے علم و قدرت کے کمال کو پہچانے یہاں تک کہ پڑھنے والے کی ایسی حالت ہو جائے کہ حق کے سوا کسی کو نہ دیکھے بلکہ جو کچھ دیکھے اس کے ساتھ دیکھے اور اس سے دیکھے اور جب آیت خلق الانسان پڑھے تو نطفہ کے عجائبات پر غور کرے۔ اس سے مقصد قرآن اور اس کے معنی پر غور کرنے کی تنبیہ ہے۔

قرآن کے معنی تین آدمیوں پر ظاہر نہ ہوں گے (۱) جس نے ظاہر تفسیر نہ پڑھی ہو اور عربی سے واقف نہ ہو، (۲) دوسرے جو شخص گناہ کبیرہ بار بار کرتا ہو یا کسی بدعت کا اعتقاد کرتا ہو کہ جس کی وجہ سے اُس کا دل تاریک ہو گیا ہو۔ (۳) تیسرے جو شخص علم کلام پڑھ کر کسی ظاہری معنی پر جم گیا ہو کہ اگر اُس کے خلاف دل میں کوئی بات آئے تو اُس سے نفرت کرتا ہو،

۵۔ اُس کا دل مختلف صفتوں کے ساتھ بدل جائے جیسے آیتوں کے معانی بدلتے ہوں۔ یعنی جب خوف کی آیتوں پر پہونچے تو اُس کے دل میں خوف اور رقت پیدا ہو اور جب رحمت کی آیت پر پہونچے تو فرحت اور امیدواری اُس کے دل میں ظاہر ہو اور جب اللہ تعالیٰ کے صفات کی تعریف ہو تو پوری طرح عاجز اور منکسر بن جائے اور جب کفار (عقائد) کی باتوں کو سُنے کہ وہ خدا کے بارے میں کیا کہتے ہیں مثلاً کہ اُس کے زن و فرزند اور شریک ہیں تو اس وقت آواز کو نرم کرے اور ترنم کر پڑھے اور نادم ہو جائے۔ اسی طرح ہر آیت کے ایک خاص معنی ہیں اور اُس معنی کے لحاظ سے جو حالت ہونا چاہیئے وہی کیفیت اختیار کرے تاکہ اُس آیت کا حق ادا ہو جائے۔

۶۔ قرآن کو اس طرح پر سُنے گویا کہ حق تعالیٰ سے سُنتا ہے اور پڑھنے والا اُس سے سُن رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب مُحدّث دہلوی نے معمور داشتن اوقات میں لکھا ہے کہ اگر حافظ تلاوت کرے تو اُس کو ایک ہفتہ میں ایک ختم کرنا چاہیئے۔ اگر اشغال باطنیہ میں جو ضروری ہوں مصروف رہنے کی وجہ سے اُس کو اتنا وقت نہ ملے

تو جس قدر ہو سکے اتنا پڑھے، جو حافظ نہ ہو وہ سَو متوسّط آیتوں کے برابر جو درمیان میں پاؤ سپارہ یا نصف سپارہ ہوتا ہے روزانہ پڑھنا اپنے اوپر لازم کرے غرض کہ قرآن کے پڑھنے کے بہت فوائد ہیں۔ ؎ دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآں خواند ترجمہ: "شیاطین اُس قوم سے بھاگتے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں"۔ فقیر نے ہر سورۃ کے خواص علیحدہ علیحدہ تفصیل سے اپنی کتاب تعلیم الاسما میں لکھے ہیں جو چاہے اسے دیکھے۔

(مطالب رشیدی، صفحہ نمبر ۸۲)

کتاب "اسوۂ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۳۰۳ پر ہے کہ

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو آدمی دن رات میں بیس آیتیں بھی پڑھ لے تو وہ غافل لوگوں میں نہ لکھا جائے گا۔ (ازکار نودی ص۵۴)

یعنی یہ حدیث "اسوۂ رسول اکرمؐ" میں کتاب "ازکار نودی" سے اخذ کی گئی ہے۔

کتاب "اسوۂ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۳۰۳ پر یہ بھی ہے کہ:

امامِ تفسیر حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی عادت تھی کہ ختمِ قرآن کے وقت جمع ہو کر دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ختمِ قرآن کے وقت خدا تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔

اور اسنادِ صحیح کے ساتھ حضرت حسنؓ سے منقول ہے کہ جب وہ قرآن مجید کی تلاوت ختم کرتے تو اہل و عیال کو جمع کر کے دعا کیا کرتے تھے (اذکار نودی) ص۴۹

(ازکار نودی ص۴۹)

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۰۰ ر پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے سینے میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے اجاڑ گھر۔

یہ حدیث ترمذی و دارمی سے منقول ہے۔ اس حدیث میں تاکید ہے کہ کسی مسلمان کے دل کو قرآن سے خالی نہیں ہونا چاہیئے۔

کتاب "اسوۂ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۳۰۰ ر پر یہ بھی ہے کہ:

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن کی ایک آیت سننے کے لئے بھی کان لگا دے اس کے لئے ایسی نیکی لکھی جاتی ہے جو بڑھتی چلی جاتی ہے (اس بڑھنے کی کوئی حد نہیں بتلائی) خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ بڑھنے کی کوئی حد نہ ہوگی بے انتہا بڑھتی چلی جاوئے گی اور جو شخص جس آیت کو پڑھے وہ آیت اس شخص کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگی جو اس نیکی کے بڑھنے سے بھی زیادہ ہے۔ (مسند احمد)

اللہ اکبر قرآن مجید کیسی بڑی چیز ہے کہ جب تک قرآن پڑھنا نہ آوئے کسی پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سن ہی لیا کرے وہ بھی ثواب سے مالا مال ہو جائے گا۔ (حیواۃ المسلمین)

کتاب "اُسوۂ رسول اکرمؐ" کے صفحہ نمبر ۳۰۱ ر پر ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے قیامت کے روز کہا جائے گا جس ٹھہراؤ اور خوش الحانی کے ساتھ تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے اسی طرح قرآن پڑھو اور ہر آیت کے

صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ۔ تمہارا ٹھکانہ تمہاری تلاوت کی آخری آیت پر ہے۔ یعنی جب تک پڑھتے رہو گے درجات بلند سے بلند ہوتے جائیں گے۔

اسی صفحہ پر آگے ہے کہ:

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر اور افضل بندہ وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ (یہ روایت صحیح بخاری اور معارف الحدیث میں ہے۔)

تلاوت کلامِ پاک اور پابندی نماز کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ہی دیا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ

یہ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۴ ر ہے جو پارہ نمبر ۲۰ ر اور ۲۱ ر میں ہے۔ اور جو احادیث کلامِ پاک کے بارے میں مجھے مل سکیں وہ پچھلے صفحوں پر بیان کر چکا ہوں۔ کچھ مزید احادیث حسبِ ذیل ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو صاحبِ ایمان قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے وہ ترنج کی طرح ہے اور جو صاحبِ ایمان قرآن نہیں پڑھتا مگر اس پر عمل کرتا ہے وہ کھجور کی مانند ہے۔ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تلاوت مع عمل کو ترنج سے

تشبیہہ دی ہے جو ایک ایسا پھل ہے جو شیریں بھی ہے اور خوشبودار بھی اور عمل بغیر تلاوت کو کھجور سے تشبیہہ دی ہے جس میں شیرینی تو ہوتی ہے مگر خوشبو نہیں ہوتی۔ اس ارشادِ نبوی سے عمل مع تلاوت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور عمل بالقرآن کے متعلق خود کلام پاک میں سورت نمبر ۶ یعنی سورۂ انعام جو پارہ نمبر ۷ اور پارہ نمبر ۸ میں ہے

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔

اس آیت کے معنی ہیں کہ:

"یہ ایک کتاب ہے جو اتار دی ہم نے برکت والی۔ سو اس پر چلو اور بچتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

جہاں تک قرآن مجید کے سمجھنے کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے بھی حکم دیا ہے تا کہ تلاوت سے بندے کا اللہ سے تعلق مضبوط ہو اور ساتھ ساتھ تدبّر کے ذریعے لوگ اس سے نصیحت بھی حاصل کریں۔ چنانچہ سورت نمبر ۳۸ یعنی سورۂ ص جو پارہ نمبر ۲۳ میں ہے، کی آیت نمبر ۲۹ ہے کہ:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔

اس آیت کے معنی ہیں کہ:

ایک کتاب ہے جو اتاری ہم نے تیری طرف تا کہ دھیان کریں لوگ

اور اس کی باتیں سمجھیں عقل والے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سمجھنے اور اس کی آیات پر غور کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جس سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے تو وہ کیسے اس کی نصیحتوں سے فیضیاب ہو سکتا ہے۔

ایک اور حدیث اس سلسلے میں بخاری شریف میں یہ بیان کی گئی ہے کہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو ہی آدمیوں پر رشک آتا ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا اور وہ اسے صبح و شام پڑھتا ہے۔ اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ اس میں سے صبح و شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

تلاوت کلام پاک کے بارے میں ایک اور حدیث یہ ہے:

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ بیشک اس گھر سے شیطان بھاگتا جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جس گھر میں شیاطین کا اثر ہو جائے اس میں سورۂ بقرہ پڑھنے سے شیاطین کا عمل دخل جاتا رہتا ہے۔

ایک اور روایت جو اسامہؓ سے ہے، یہ ہے:

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اے لوگو! قرآن مجید پڑھا کرو اس لئے کہ بیشک قرآن مجید قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا۔"

اور ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ جس شخص کو تلاوت قرآن مجید، میرے دوسرے ذکر اور اپنی حاجت طلب کرنے سے روکے رکھے یعنی زیادہ عزیز ہو اس کو میں مانگنے والوں سے زیادہ بہتر دیتا ہوں (یہ حدیث ترمذی میں ہے) اور اسی حدیث میں آگے ہے کہ اللہ کے کلام کو دوسرے تمام کلاموں پر فوقیت ہے۔

تلاوت کا طریقہ

قرآن مجید کی تلاوت میں عجلت سے کام لینا، گھبرا کر جلد جلد پڑھنا ناپسندیدہ اور نقصان کا باعث ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (سورۃ مزمل نمبر ۷۳، آیت نمبر ۴)

اس آیت کے معنی ہیں۔

اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف۔

اس آیتِ کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن کے وقت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا تلاوت کے اہم آداب و ضروریات میں سے ہے اور

اس میں بڑے فائدے ہیں۔

ان تمام مذکورہ احکام و فضائل کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پر عمل کیا جائے اور عمل کے لئے قرآن کا علم ضروری اور مقدم ہے۔ اور علم کے لئے تبلیغ و اشاعت، نشر و طباعت اہم اور موثر ذرائع اور وسائل ہیں۔

جہاں تک عمل بالقرآن کا تعلق ہے اگر کوئی شخص ضروری مسائلِ شرعیہ کا علم حاصل کرے اور اس پر عمل کرے تو وہ قرآن و سنت پر ہی عمل کے مترادف ہے۔ مگر قرآن مجید پڑھنا اور سمجھنا بجائے خود ایک ایک مستقل عبادت اور باعثِ خیر و برکت ہے اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ خود قرآن پڑھنا سیکھے، اپنے بچوں اور دیگر متعلقین و احباب اور حلقۂ اثر کے لوگوں کو قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کرے۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ اس کا فہم بھی حاصل ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ قرآن مجید کی اشاعت کا جہاں تک تعلق ہے بلاشبہ یہ دنیوی و آخروی منفعتوں اور برکتوں کا باعث ہے۔ اس میں جس قدر کوشش کی جائے اسی قدر اجر و ثواب و خیر و برکت حاصل ہو گی جبکہ قرآن مجید کے ایک حرف پڑھنے یا پڑھانے پر دس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں تو پورے قرآن مجید کے پڑھنے یا پڑھانے پر بتیس لاکھ چھتیس ہزار سات سو نیکیاں (۳۲،۳۶،۷۰۰) حاصل ہوں گی۔ کیونکہ پورے قرآن مجید میں تیئس ہزار چھ سو ستر (۲۳۶۷۰) حروف ہیں، قرآن مجید کی خیر و برکت کا یہ کھلا ہوا اعجاز ہے کہ قرآن مجید کے شائع کرنے

والے کسی طابع اور ناشر کو کبھی کوئی مالی خسارہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں کو بھی قرآن مجید کی اشاعت کے صدقہ میں بیحد مالی منفعتیں حاصل ہوئی ہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں۔

مندرجہ بالا مضمون میں نے ایک رسالہ موسومہ قرآن مجید کے فضائل شائع کردہ ادارہ دار التصنیف لمیٹڈ شارع لیاقت صدر کراچی نمبر ۳ سے لفظ بہ لفظ نقل کیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح سابقہ صفحات پر بیان کی گئی احادیث و روایات مختلف مطبوعہ کتابوں سے میں نے نقل کی ہیں جن کے نام میں نے متعلقہ احادیث و روایات کے ساتھ لکھ دیئے ہیں

میں نے یہ مضمون محض خود اپنے لئے ایک سبق کے آموختہ کے طور پر اور اپنے بچوں کے مطالعے کے لئے لکھا تھا لیکن چند احباب بالخصوص جناب یاور علی صاحب جو میری ملازمت کے دوران میرے پاکستان کسٹم ایکٹ کے سرکاری طور پر ترجمہ کرنے میں میرے معاونِ خصوصی تھے ان کے اس مشورے کی بناء پر کہ آپ اس کو ایک کتابی شکل میں شائع کرا کے طالبانِ علم دینی کے مفاد کے لئے ایک کار خیر کی حیثیت سے بلا معاوضہ تقسیم کر دیجئے، میں یہ جرأت کر رہا ہوں اور اس کے اخراجات میں اس انعام کی رقم سے پورے کر رہا ہوں جو حکومتِ پاکستان نے مجھے پاکستان کسٹم ایکٹ کے اردو ترجمہ کرنے کے صلے میں دی تھی۔ خدا میری اس نیک نیتی پر مبنی جرأت پر اس کا اجر دے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس پورے مضمون میں میری ذاتی رائے یا اختراع کو بالکل دخل

نہیں ہے بلکہ جو کچھ میں نے ان کتابوں میں پڑھا جن کا میں نے متعلقہ مقامات پر حوالہ دیا ہے وہ من و عن نقل کر دیا ہے۔ اگر مجھ سے کوئی سہو ہو گیا ہو تو خدا مجھے معاف کرے اور جن حضرات کی نظر سے یہ مضمون گزرے، اگر وہ میری غلط فہمی اور صحیح صورتِ حال سے مجھے آگاہ فرما دیں تو عین کارِ ثواب ہو گا۔

اذان، نماز اور تلاوتِ قرآن پاک کے ساتھ ساتھ اور چند باتیں جو میں نے چند کتابوں میں پڑھیں وہ بھی یہاں بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں مثلاً فضائل بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم، قرآن کی مختلف آیتوں اور سورتوں کے فضائل اور درود شریف کے فضائل وغیرہ۔

سب سے پہلے میں فضائل بِسمِ اللہ بیان کرتا ہوں جو میں نے کتاب "مطالب رشیدی" جس کا میں نے سابقہ صفحات میں ذکر کر چکا ہوں، سے نقل کئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

فضائلِ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ حدیثِ شریف میں ہے کہ جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم منہ سے کہتا ہے تو شیطان اس کے پاس سے اس طرح بھاگتا ہے جیسے کہ آگ سے ناپاکی، یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بسم اللہ کہتے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جو کراماً کاتبین ہیں حکم دیتا ہے کہ اس،

شخص کے نامۂ اعمال میں چار لاکھ درجے بہشت کے لکھ دیں اور
اس کے نامۂ اعمال سے چار لاکھ برائیاں مٹا دیں۔ حدیث شریف میں
ہے کہ جو شخص ایک بار بھی بسم اللہ کہے تو اس کے ذرہ بھر بھی گناہ
باقی نہ رہیں گے سب مٹ جائیں گے۔ جو شخص بسم اللہ خوبصورت اور
پاکیزہ لکھے یعنی میم اور ہا کو بگاڑ کر نہ لکھے اور حروف کو بھی ٹھیک لکھے
تو اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کی وجہ سے حق تعالیٰ اس کے سب سابقہ
گناہوں کو معاف کر دے گا۔

فضائلِ دُرود شریف

۲۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود بھیجنا گناہوں کو دھونے اور ان سے اپنے آپ کو پاک کرنے
میں آگ کو سرد پانی سے بجھانے سے زیادہ موثر اور کارآمد ہے۔

(منقول از صفحہ نمبر ۳۳۶ کتاب اسوۂ رسول اکرمؐ)

بعض مشائخ کرامؒ فرماتے ہیں کہ جب ایسا کسی شخص کے پاس شیخِ کامل اور مرشد
کامل موجود نہ ہو جو اس کی تربیت کر سکے تو اسے چاہیئے کہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کو لازم کرے۔ یہ ایسا طریقہ ہے
جس سے طالب واصل حق ہو جاتا ہے۔ اور یہی درود و سلام اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرنا احسن طریقے سے آدابِ نبویؐ
اور اخلاقِ جمیلہ محمدیہ سے اس کی تربیت کر دیں گے اور کمالات

کے بلند تر مقامات اور قربِ الٰہی کے منازل پر اسے فائز کر دیں گے
اور سیدِ کائنات افضل الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے
سرفراز فرمائیں گے۔

بعض مشائخ وصیت کرتے ہیں کہ سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ)
زیادہ سے زیادہ پڑھے اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجے اور فرماتے
ہیں کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی قرأت خدائے واحد کی معرفت کراتی ہے
اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و
معیت سے سرفراز کرتی ہے اور جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود
بھیجے گا اسے یقیناً خواب و بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
نصیب ہوگی۔

(منقول از شیخ احمد بن موسیٰ المشروع عن شیخ امام علی متقی،
دعوات کبیر مدارج النبوۃ جامع ترمذی)

حضرت طلحہؓ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ایک روز اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کی آنکھوں سے
خوشی اور مسرت نمایاں تھی اور آپؐ کا چہرۂ منور پُر مسرت تھا۔ صحابہ
کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آج آپ کے رخِ انور میں خوشی اور مسرت
کی لہر تاباں ہے کیا سبب ہے؟ فرمایا جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں
نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو یہ امر مسرور نہیں کرتا کہ حق تعالیٰ
فرماتا ہے کہ جو بندہ بھی آپ کی امت کا آپؐ پر ایک مرتبہ بھی درود بھیجا

ہے میں اس پر دس مرتبہ صلواۃ وسلام بھیجتا ہوں۔

(سنن نسائی، مسند

ترمذی شریف میں حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ پر درود بھیجوں، فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا وظائف کا چوتھائی، فرمایا جتنا چاہو اور اگر زیادہ بھیجو تو تمہارے لئے اور بہتر ہے۔ عرض کیا نصف۔ فرمایا جتنا چاہو اور زیادہ کرو تو تمہارے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔

کتاب مطالب رشیدی کے صفحہ نمبر ۸۵، پر یہ ہے۔

۱۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار دُرود بھیجے تو خدا اس پر دس بار رحمت بھیجے گا۔ اور جب تک وہ بہشت کی خوشخبری نہ پائے گا نہ مرے گا۔ یہ بھی حدیث میں ہے کہ جو شخص مجھ پر ہر روز ہزار بار دُرود بھیجے گا تو اس کو ہرگز دوزخ کی آگ نقصان نہ پہنچائے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص مجھ پر دُرود بھیجنا بھول گیا وہ یقیناً جنّت کا راستہ بھول گیا۔

یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے اچھے میرے نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر دُرود کی کثرت کرتے ہیں۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن چالیس بار دُرود بھیجے تو خدا اس کے چالیس سال کے گناہ معاف کر دے گا۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ دعاؤں میں کوئی دعا ایسی نہیں ہے کہ دُرود شریف سے بہتر ہو۔

اس دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ نہ ہو تو جو شخص مجھ پر اور میری آل پر دُرود بھیجتا ہے تو وہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا عرش پر داخل ہو جاتی ہے، ورنہ اٹک جاتی ہے

یہ بھی فرمایا کہ جو شخص مجھ پر روزانہ سو بار دُرود بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس کی سو (۱۰۰) حاجتیں رفع کرے گا۔ ان حاجتوں میں سترّ آخرت کے لئے اور تیس دنیا کے لئے ہیں۔

یہ بھی فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ دُرود بھیجے تو خدا اور اس کے فرشتے اس شخص پر دس مرتبہ دُرود بھیجتے ہیں۔ عرض کہ کوئی دعا دُرود سے بہتر نہیں ہے۔

فضیلتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

بنیادِ اسلام

اس مضمون کے تحت سب سے پہلے یہ چیز ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اس کلمہ پر ایمان و اسلام کا دار و مدار ہے کہ اس کے بغیر دنیا کا کوئی عمل مقبول نہیں کوئی بڑی سے بڑی نیکی اور کوئی بڑے سے بڑا عمل کیوں نہ ہو۔ اس کے بغیر سب اکارت ہیں۔ یہی تو وہ کلمہ ہے کہ جو کفر و اسلام میں تمیز پیدا کرتا اور مسلم کو مسلم کے خطاب سے اسی کلمہ کے باعث نوازا جاتا ہے۔

اسی کلمہ کی بدولت وادئ مکہ میں ہلچل مچی تھی۔ اسی کلمہ کی بدولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے گئے۔ اسی کی بدولت حضورؐ اور حضورؐ کے صحابہؓ نے شعب ابی طالب کی مصیبتیں جھیلیں۔ اسی کی بدولت پشتِ مبارک پر اوجھڑی ڈالی گئی۔ اسی کی بدولت گلے میں چادریں ڈال کر گھسیٹا گیا۔ اسی کی بدولت راہوں پر کانٹے بچھائے گئے۔ اسی کی بدولت بدر و احد، تبوک و حنین کے واقعات پیش آئے۔

یہی وہ چیز تھی جس کے باعث صحابہؓ کو جلتی آگ پر لٹایا گیا۔ ناک میں دھواں دیا گیا۔ تپتے پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ اسی کی بدولت ہزار ہا نے جامِ

شہادت نوش کئے اور یہی وہ چیز تھی کہ جس نے مسلمانوں کو ایک روز دنیا کا مالک بنا دیا۔ اسی کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کو مبعوث کیا گیا، اسی کے لئے قرآن نازل ہوا۔ اور اسی کی خاطر آدم سے لے کر حضورؐ تک تمام انبیاء مبعوث ہوئے۔

الغرض دنیا میں جب بھی اور جس وقت کوئی مصیبت اور کوئی تکلیف پیش آئی یا کوئی نعمتِ خداوندی حاصل ہوئی تو وہ اسی کلمہ کی بدولت ہوئی۔ جبھی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

سب سے بہتر ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔

ہم اگر اس کلمہ کی فضیلت میں کوئی حدیث یا صحابہؓ کے اقوال بھی پیش نہ کریں تو اس کی فضیلت کے لئے تمہید ہی کافی ہے لیکن چونکہ اس وقت میرا مقصود یہ ہے کہ اس سلسلے میں جتنی بھی احادیث صحیحہ ممکن ہو سکیں سب کو یکجا جمع کر دوں۔ اس لئے مجبوراً کچھ لکھنا بھی ضروری اور ساتھ ہی ساتھ یہ چیز بھی پیش نظر کہ شائد یہی چند سطور میری اخروی نجات کا سبب بن جائیں بقول امام غزالی ؎

وَمَامِنْ كَاتِبٍ اِلَّا سَيَفْنٰى — وَيُبْقِى الدَّهْرُ مَاكَتَبَتْ يَدَاهُ

ہر لکھنے والا تو عنقریب فنا ہو جائیگا — مگر اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہمیشہ باقی رہیگا

فَلَا تَكْتُبْ بِكَفِّكَ غَيْرَ شَيْءٍ — يَسُرُّكَ فِي الْقِيٰمَةِ اَنْ تَرَاهُ

تو اب اپنے ہاتھ سے سوائے اس چیز کے کوئی شے تحریر نہ کر جسے تو

قیامت کے دن دیکھ کر خوش ہو جائے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضورؐ کی نبوت و رسالت عام نہ ہوئی تھی۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں خود اور میرے ساتھ مکہ کے روساء ایک بکرا لے کر ہبل پر قربان کرنے کے لئے گئے جب بکرے کو قربان کر کے بت پر چڑھا دیا گیا تو بت میں سے اچانک آواز آئی۔

یَاآیُّھَا الْحَلِیْحُ اَمْرٌ نَّجِیْحٌ وَّجَلٌ فَصِیْحٌ یَّقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اے شیطان ایک عجیب کام ظہور میں آیا، ایک عقلمند انسان ہے جو کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں لوگ یہ آواز سن کر بھاگ کھڑے ہوئے میں اپنے مقام پر کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھر بت میں زلزلہ سا پیدا ہوا اور یہی آواز آئی۔ اے شیطان ایک عجیب کام ظہور میں آیا ہے ایک عقلمند آدمی کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ اسی طرح تیسری بار ہوا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اسی روز سے کسی نئے واقعہ کا انتظار کر رہے تھے کہ چند روز بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار نبوت فرمایا۔

گویا کہ آپ کے ظہور سے قبل ہی آپ کی نبوت اور اس کلمہ کا بتوں کی زبانی بھی اعلان کرا دیا گیا اور تمام شیاطین کو بھی اس اعلان سے باخبر کر دیا گیا اور یہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ کفر کا واقعہ بیان فرمایا ہے اور فرماتے ہیں

کہ اسی وقت سے میرے دل میں اس کلمہ کی محبت قائم ہو گئی تھی۔

انہی حضرت عمرؓ سے کتبِ احادیث میں ایک اور واقعہ آتا ہے۔ جو حدیثِ جبرئیل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ہم ایک روز مسجدِ نبویؐ میں حضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جسے ہم نہ جانتے تھے وہ مدینہ کا رہنے والا نہ تھا۔ اور کوئی مسافر بھی نہ تھا کیونکہ سفر کے آثار اس پر نظر نہ آتے تھے۔ وہ آ کر حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا اور آپ کی رانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ لئے اور سوال کیا یارسولؐ اللہ اسلام کیا شے ہے۔ آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (لا الٰہ الا اللہ) اور میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور خانۂ کعبہ کا حج کرنا۔

وہ شخص یہ سن کر بولا، آپؐ نے سچ فرمایا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ہمیں بہت تعجب ہوا کہ یہ شخص خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق بھی کرتا ہے (کیونکہ اگر ناواقف ہے تو اس کی تصدیق بیکار اور اگر کوئی واقف ہے تو سوال بے معنی) اس کے بعد اس نے اور بھی بہت سے سوالات کئے لیکن ہمارے مضمون کا صرف اسی سوال سے واسطہ تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب وہ شخص چلا گیا تو حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ اسے تلاش کریں لیکن وہ شخص ہمیں نہ ملا، تین روز بعد حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمرؓ تو جانتا ہے وہ کون شخص تھا میں

نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔

اس حدیث سے یہ خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کی بنیاد اوّل یہی کلمہ ہے بقیہ آگے سب اس کی فروعات ہیں۔

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایمان کی ستّر سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل ہے لا الٰہ الا اللہ، اور سب سے ادنیٰ راہ سے تکلیف کو دور کر دینا ہے۔ نیز حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اس امت میں سے کوئی شخص خواہ وہ نصرانی ہو یا یہودی جس نے میری رسالت کی خبر سنی اور جو میں پیغام لیکر آیا ہوں اسے سنا، اور پھر وہ ایمان نہ لایا اور اسی حال میں مر گیا وہ یقیناً دوزخی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلۂ بنی عبدالقیس کی ایک جماعت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپؐ نے فرمایا یہ جماعت کون سے قبیلے کی ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہم ربیعہ قبیلے سے ہیں، آپؐ نے ان کو مرحبا فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی کہ نہ تم کبھی رسوا ہو اور نہ پشیمان۔ ان لوگوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ہمارے اور آپ کے مابین قبیلۂ مضر کے کفار حائل ہیں اور ہمیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا سوائے اشہارِ حرم کے موقع نہیں ملتا (اشہارِ حرم سے مراد ذی الحقدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ہیں) ہمیں آپ فیصلہ کن احکام و ہدایات سے متمتع فرمائیے، تاکہ ہم ان لوگوں کو جنہیں ہم اپنے گھروں میں چھوڑ آئے ہیں آگاہ کر دیں اور ان پر عمل کرنے سے ہم جنّت میں داخل ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں چار امور کے بجالانے کا حکم دیا اور فرمایا ایک خدا پر ایمان لاؤ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانے کا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنْ تُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ الخ

اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (یعنی لا الٰہ الا اللہ) اور محمد اللہ کے رسولؐ ہیں اور نماز پڑھنا

اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کلمہ لاالٰہ الااللہ دینِ اسلام کی اصل بنیاد ہے اور نیز یہ کلمہ دخول جنّت کا سبب ہے۔

جنّت کی بشارت

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے تھے اور اس جماعت میں ابوبکرؓ وعمرؓ بھی تھے۔ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھے اور باہر تشریف لے گئے اور واپسی میں دیر فرمائی۔ ہمیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں کوئی ہماری عدم موجودگی میں کوئی آپؐ کو ایذا نہ پہنچادے۔ اور یہ خیال آتے ہی ہم آپؐ کی تلاش میں گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے میں کھڑا ہوا اور آپؐ کو تلاش کرتا ہوا قبیلۂ بنی النجار کے ایک باغ کے پاس پہنچا۔ میں دروازہ کی تلاش میں باغ کے چاروں طرف گھوما لیکن کہیں راہ نہ پائی۔ اچانک میری نظر ایک نالی پر پڑی جو باہر کنویں سے باغ کے اندر گئی تھی۔ میں اس میں سے گھسٹ کر اندر داخل ہوا۔ نبی کریمؐ باغ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ اے ابوہریرہؓ، میں نے عرض کیا جی ہاں۔ ارشاد فرمایا ترا کیا حال ہے یعنی کیوں پریشان آیا ہے میں نے عرض کیا، یارسولؐ اللہ آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے پھر آپؐ باہر تشریف لے آئے اور واپسی میں دیر فرمائی، ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی ہماری

غیر موجودگی میں کوئی آپؐ کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس خیال کے آتے ہی ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر نالی کے ذریعہ اندر داخل ہوا۔ اور لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں۔ یہ سُن کر حضورؐ نے اپنی دونوں پاپوشیں علامت کے لئے مجھے عنایت فرمائیں اور ارشاد ہوا کہ میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ۔ اور جو شخص بھی تمہیں باہر ملے، بشرطیکہ اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے بھی یقین رکھتا ہو۔ اسے جنّت کی بشارت دے دو۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کے جوتے لے کر واپس ہوا اور راہ میں سب سے پہلے مجھے عمرؓ ملے انہوں نے دریافت کیا اے ابوہریرہؓ یہ جوتے کیسے ہیں۔ میں نے جواب دیا انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حوالے کیا ہے۔ اور حکم کیا ہے کہ جو شخص بھی تجھے باہر ملے بشرطیکہ اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ اللہ کے سِوا کوئی معبود نہیں اور دل سے بھی اس پر یقین رکھتا ہو میں اسے جنّت کی بشارت سُنا دوں۔

یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے میرے سینہ پر زور سے ہاتھ مارا کہ میں بیٹھ کے بل نیچے گر گیا۔ پھر غصّہ سے فرمایا۔ اے ابوہریرہؓ واپس چلے جاؤ، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زور زور سے رونے لگا۔ عمرؓ میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔

حضورؐ نے دریافت فرمایا تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا یارسولؐ

اللہ میں آپ کا پیغام سنانے کے لئے گیا تھا راہ میں مجھے عمرؓ ملے۔ میں نے انہیں یہ خبر سنائی۔ انہوں نے یہ سن کر میرے سینہ پر زور سے ہاتھ مارا کہ میں پشت کے بل گرا اور پھر مجھ سے کہا واپس جاؤ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا تم نے ایسا کیوں کیا۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ کیا آپ نے ابوہریرہؓ کو جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی باہر ملے اور اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس پر یقین بھی رکھتا ہو اسے جنّت کی بشارت سنا دینا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں نے اسی کام کے لئے بھیجا تھا۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ ایسا نہ کیجئے ورنہ لوگ سن کر اسی پر بھروسہ کر لیں گے اور عمل کرنا ترک کر دیں گے۔ آپؐ انہیں عمل کرتے دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھا انہیں عمل کے لئے چھوڑ دو۔ (مسلم)

منکرِ کلمہ سے جنگ فرض ہے

بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں۔

فضیلتِ کلمہ

حضرت عبادہؓ بن الصامت فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ جو شخص اس امر کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ خدا کے رسولؐ ہیں۔ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ان کلمات کو دن میں سو بار کہے، اسے سو غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے سو گناہ مٹائے جائیں گے۔ اور وہ اس روز شام تک محفوظ رہے گا، اور قیامت کے روز کوئی شخص اس سے بڑھ کر عمل لے کر نہ آئے گا۔ ہاں وہ شخص کہ جس نے ان کلمات کو اس سے زیادہ پڑھا ہو۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں تمام اور تمام حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

شرح السنہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ مجھ کو کوئی ایسی شے بتائیے کہ میں اس کے ذریعے تجھے یاد کیا کروں اور اس کے ذریعہ تجھ سے دعا مانگا کروں خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰ تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کر موسیٰ نے عرض کیا اے میرے پروردگار تیرا ہر بندہ یہی پڑھتا ہے۔ مجھے کوئی ایسی شئے بتائیے جو میرے لئے خاص ہو۔ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کی تمام آبادی اور ساتوں زمینیں ایک پلڑہ میں رکھ دی جائیں اور ایک پلڑہ میں لا الٰہ الا اللہ رکھا جائے تو یہ ان سے بھاری رہے گا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس سے گذرے جس کے پتے خشک تھے۔ آپؐ نے اس ٹہنیوں پر لاٹھی ماری پتے جھڑ کر زمین پر آرہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ الحمدللہ، سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے سے بندے کے گناہ اسی طرح جھڑتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑتے ہیں (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمدللہ، تینتیس بار اللہ اکبر اور ایک بار یہ کلمہ پڑھے گا

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں تمام ملک اور تمام حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔

تو اس کے گناہ دریا کے جھاگ کے برابر بھی ہوں گے تو بخشے جائیں گے (مسلم)

فضائلِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو تکبیر سے پہچانتا، یعنی آپؐ نماز کے آخر میں بلند آواز سے اللہ اکبر فرماتے (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضورؐ کی خدمت میں فقرائے مہاجرین حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسولؐ اللہ دولتمندوں نے اعلیٰ درجات اور جنت کی نعمتیں حاصل کرلی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیسے۔ انہوں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ جیسے ہم نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں اسی طرح وہ بھی نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں۔ لیکن وہ خیرات کرتے ہیں ہم خیرات نہیں کرسکتے۔ وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور غلاموں کو ہم آزاد نہیں کرسکتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی شے نہ بتاؤں کہ تم ان لوگوں پر سبقت لے جاؤ جو تم سے قبل اسلام لاچکے اور ان لوگوں سے بھی مرتبہ میں بڑھ جاؤ جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے۔ اور تم سے کوئی شخص بہتر و افضل نہ ہوگا لیکن صرف وہی شخص جو وہی عمل کرے جو

تم کرو۔ ان فقرائے مہاجرین نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ ایسا عمل ضرور فرمائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار کہا کرو۔

اس واقعہ کے چند روز بعد پھر فقرائے مہاجرین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی اس عمل کو سنا اور انہوں نے بھی اس پر عمل کیا۔ اب وہ ہم سے پھر بڑھ گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ مخلوقات کی عبادت ہے۔ الحمد للہ شکر کا کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ دوزخ سے نجات و خلاصی کا کلمہ ہے اور اللہ اکبر کا ثواب اس چیز کو بھر دیتا ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ اور جب بندہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں میرا بندہ فرمانبردار ہوا اور بہت فرمانبردار ہوا (رزین)

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سو مرتبہ صبح کے وقت سبحان اللہ اور سو بار شام کے وقت پڑھے اسے اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جس نے سو حج کئے ہوں اور جو شخص سو بار صبح و شام الحمد للہ کہے اس شخص

کو اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جس نے سو مجاہدوں کو گھوڑوں پر سوار کیا ہو۔ اور جو شخص صبح و شام لا الٰہ الا اللہ کہے اسے اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جس نے حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے سو غلام آزاد کئے ہوں اور جو صبح و شام سو بار لا الٰہ الا اللہ کہے قیامت کے روز اس سے زیادہ کوئی شخص ثواب لے کر نہ آئے گا مگر وہ شخص کہ جس نے ان کلمات کو اتنی ہی بار یا اس سے زیادہ کہا ہو (ترمذی)

فضائل سُبحان اللہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چکی پیسنے اور ہاتھوں کی تکلیف بیان کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئیں تاکہ آپ سے غلام کی درخواست کریں۔ گھر پر انہیں معلوم ہوا تھا کہ آپؐ کے پاس غلام آئے ہیں۔ لیکن آپؐ گھر نہ ملے، آپ اپنی شکایت حضرت عائشہؓ سے ذکر کر آئیں تاکہ جب حضورؐ گھر تشریف لائیں تو حضرت عائشہؓ حضورؐ سے ذکر فرما دیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کی آمد اور ان کی تکلیف کا ذکر کیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم شب کو سونے کے لئے لیٹ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم نے اٹھنے کا ارادہ کیا آپؐ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ لیٹے رہو۔ پھر آپؐ میرے اور فاطمہؓ

کے درمیان بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ میں نے آپؐ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنی پشت پر پائی۔ پھر حضرت فاطمہؓ کو خطاب کر کے فرمایا، اے میری جان کیا میں تجھے ایسی شئے نہ بتاؤں جو غلام سے بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ جب تم بستروں پر لیٹو تو سبحان اللہ اور الحمدللہ اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار کہو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

(بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ کہنا ترازو کے آدھے پلڑے کو بھرتا ہے اور الحمدللہ پوری ترازو بھر دیتا ہے اور لا الہ الا اللہ کے خدا تک پہنچنے میں کوئی پردہ حائل نہیں وہ سیدھا خدا تک پہنچتا ہے (ترازو سے مراد قیامت کے دن نامۂ اعمال کی ترازو ہے)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو کلمات ہیں جو خدا کو بہت محبوب ہیں اور پڑھنے میں بہت ہلکے پھلکے ہیں لیکن قیامت کے دن میزان میں بہت بھاری ہوں گے۔ وہ دو کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

(بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے جس رات معراج ہوئی اس رات ساتویں آسمان پر

میری ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا اے محمدؐ اپنی امت کو میرا سلام پہنچا دینا اور ان سے کہنا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔ اور اس کا پانی شیریں ہے۔ اور اس کے میدان درختوں سے خالی ہیں اس کے درخت سبحان اللہ والحمدللہ، لاالہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں (ترمذی)

حضرت بسیرہؓ فرماتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کلمات کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ۔ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ ۔ اور انہیں انگلیوں پر شمار کیا کرو۔ کیونکہ قیامت کے روز انگلیوں سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا اور یہ جواب دیں گی، اس میں غفلت نہ کرنا۔ ورنہ رحمتِ خداوند تمہیں بھلا دے گی (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا کلام بہتر ہے آپؐ نے فرمایا وہ کلام جسے خدا نے اپنے فرشتوں کے لئے پسند کیا ہے۔ اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے (مسلم)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ ایک بار کہا اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگایا جاتا ہے (ترمذی)

فضائلِ الحمدللہ

جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے

بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ اور سب سے بہترین دعا الحمدللہ ہے۔
(ترمذی۔ ابن ماجہ)

عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الحمدللہ کہنا شکر کی بنیاد ہے اور جس بندے نے الحمدللہ نہیں کہا اس نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا۔ (بیہقی)

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز جن لوگوں کو سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ، وہ لوگ ہوں گے جو خوشی و راحت اور تکلیف و غم الغرض ہر حال میں خدا کی حمد کرتے ہوں گے یعنی الحمد کہتے ہوں گے (بیہقی)

ابوہریرہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے سبحان اللہ وبحمدہ دن میں سو بار کہا۔ اس کے سب گناہ دور کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ دریا کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح نیند سے بیدار ہوتے ہی یہ کلمات پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کیلئے سارا ملک اور اسی کے لئے تعریف ہے اور ہر شئے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں چاہے گناہ سمندر

کے جھاگ کے برابر ہوں (ابن السنی)

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدم شب کو سونے کے لئے لیٹتا ہے تو اس کے پاس ایک شیطان آتا ہے اور ایک فرشتہ آتا ہے۔ شیطان کہتا ہے تو شرارت و شیطنت کے ساتھ سو جا یعنی خدا کا نام لئے بغیر۔ اور فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دن خیر کے ساتھ پورا ہونا چاہیئے۔ پس اگر انسان نے اللہ کا ذکر کیا اور اللہ کی حمد بیان کی تو وہ فرشتہ شیطان کو دھکے دیتا ہے۔ اسی طرح جب آدمی صبح کو جاگتا ہے تو پھر اس کے پاس دونوں آتے ہیں شیطان پھر وہی تلقین کرتا ہے اور دل سے ذکر اللہ کو بھلاتا ہے اور فرشتہ اسے ذکر اللہ کی جانب متوجہ کرتا ہے، جب بندہ کہتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ اِلَيَّ نَفْسِيْ بَعْدَ مَوْتِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ
زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ
حَلِيْمًا غَفُوْرًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ
اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ۔

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری روح کو مرنے کے بعد لوٹایا۔ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جو زمین و آسمان کو زائل ہونے سے روکے ہوئے ہے اور اگر یہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ جائیں

تو اس کے علاوہ کون ہے جو انہیں روک لے۔ یقیناً اللہ بہت حلیم اور مغفرت فرمانے والے ہیں۔ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہت مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔

اگر اس حمد و ثنا کے بعد وہ بستر سے نیچے گر کر مر گیا تو شہید مرے گا۔ اور اگر اٹھ کر نماز پڑھی تو بہت سے درجات حاصل کئے (ابن السنی)

نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے جن چیزوں سے تم اللہ کا ذکر کرتے ہو ان میں سے سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ بھی ہیں۔ اور یہ عرشِ الٰہی کے چاروں جانب چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ اور ان میں ایسی آواز آتی ہے جیسا کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اور وہ اللہ کو اپنے پڑھنے والے کی یاد دلاتے رہتے ہیں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارا بھی عرشِ الٰہی کے پاس اسی طرح ذکر ہوتا رہے۔ (حاکم)

عمرانؓ بن حصین فرماتے ہیں ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم میں کوئی یہ بھی طاقت نہیں رکھتا کہ یومیہ احد پہاڑ کے برابر عمل کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، کیوں نہیں تم میں سے ہر ایک اس کی استطاعت رکھتا ہے۔ یاد رکھو ایک بار سبحان اللہ کہنا احد پہاڑ سے بھی بڑا ہے۔ ایک بار لا الہ الا اللہ کہنا یہ بھی احد پہاڑ سے بڑا ہے ایک بار الحمد للہ کہنا یہ بھی جبلِ اللہ سے عظیم ہے اور اللہ اکبر بھی احد پہاڑ سے بڑا ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا اللہ کو سب سے زیادہ محبوب چار کلمات ہیں، سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور تمہیں اختیار ہے کہ ان میں سے جونسا چاہے پہلے پڑھو۔

فضیلت لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

جیسا کہ تمام اسمائے حسنیٰ اور خدا کی عمدہ عمدہ صفات قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ اسی طرح یہ مذکورہ تمام کلمات یعنی سبحان اللہ، الحمد للہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر بھی قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مقام پر ایک واقعہ کے تحت لاحول کا بھی ذکر فرمایا ہے اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں دو شخص تھے جو باہم بھائی بھائی تھے۔ ان میں سے ایک مومن تھا اور ایک کافر۔ مومن تو اپنی زندگی غربت اور فقر و فاقہ کی حالت میں گذار رہا تھا۔ لیکن کافر عیش عشرت میں مدہوش تھا۔ خدا تعالیٰ نے اسے کفر کے باوجود رزق وافر عطا فرمایا۔ اور آرام کی زندگی عطا فرمائی۔ خدا کی نعمتوں میں سے اس کے پاس دو باغ بھی تھے۔ وہ اپنے غریب بھائی پر ان کے ذریعہ فخر کرتا۔ اور اسے خاندان بھر میں اس کے فقر و فاقہ کی بناء پر ذلیل و رسوا کرتا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ غرور و تکبر اور ایک ضعیف مومن کی اہانت پسند نہ آئی۔ اور وہ دونوں باغات تباہ کر دیئے گئے۔ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ○ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ○ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ○ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ○ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ○ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ط لٰكِنَّا۟ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ○ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ

اور آپ ان سے دو شخصوں کا حال بیان فرما دیں۔ ان میں سے ہم نے ایک کو انگور کے دو باغ دیئے تھے۔ اور ان کا کھجوروں کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا۔ اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی۔ یہ دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے اور کسی پھل میں ذرا کمی نہ رہتی اور ہم نے ان دونوں کے درمیان نہر چلا رکھی تھی۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا اس نے اپنے ساتھی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے کہا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور میرا مجمع بھی زبردست ہے۔ اس طرح وہ اپنے پر جرم قائم کرتا ہوا وہ اپنے باغ پہنچا اور کہنے لگا میرا تو خیال ہے کہ یہ باغ کبھی برباد نہ ہوگا۔ اور میرا تو گمان یہ ہے کہ قیامت کبھی نہ آئے گی۔ اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ ملے گی۔ اس کے ساتھی نے بطور جواب کہا کیا تو اس ذات کا انکار کرتا ہے جس نے اوّل تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے پورا آدمی بنایا لیکن میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہ اللہ میرا رب ہے اور

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ○ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ○ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ○ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ○ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ○ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ط هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ○

(الکہف)

اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، اور تو جس وقت اپنے باغ میں داخل ہوا تھا تو تجھے یوں کہنا چاہئے تھا ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ (اور) اگر تو مجھ کو مال و اولاد میں کم دیکھتا ہے تو امید ہے کہ خدا مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمائے اور اس پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ باغ دفعتہً ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس کے کنوؤں کا پانی اندر گہرائی میں اتر جائے تو پھر تو اس کی کوشش بھی نہ کر سکے اور اس کے پھلوں کو آفت نے گھیر لیا۔ تو جو اس نے اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹہنیوں پر گرا ہوا تھا اور کہتا تھا ہائے افسوس میں اپنے پروردگار کے ساتھ شرک نہ کرتا۔ اور اس کے پاس کوئی ایسی جماعت نہ ہوتی۔ جو اللہ کے علاوہ اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود بدلہ لے سکا ایسے وقت میں مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ سب سے بہتر ہے۔

لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ۝ (الکہف)

اور آپ اِن سے دو شخصوں کا حال بیان فرمادیں ۔
ان میں سے ہم نے ایک کو انگور کے دو باغ دیئے تھے ۔ اور ان کا کھجوروں کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا ۔ اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی ۔ یہ دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے اور کسی پھل میں ذرا کمی نہ رہتی اور ہم نے ان دونوں کے درمیان نہر چلا رکھی تھی ۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا اس نے اپنے ساتھی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے کہا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور میرا مجمع بھی زبردست ہے (اس طرح) وہ اپنے پر جرم قائم کرتا ہوا وہ اپنے باغ پہنچا اور کہنے لگا میرا تو خیال ہے کہ یہ باغ کبھی برباد نہ ہوگا ۔ اور میرا تو گمان یہ ہے کہ قیامت بھی نہ آئے گی ۔ اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ ملے گی ۔ اس کے ساتھی نے بطور جواب کہا کیا تو اس ذات کا انکار کرتا ہے جس نے اوّل تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے پورا آدمی بنایا ۔ لیکن میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہ اللہ میرا ربّ ہے اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ، اور تو جس وقت اپنے باغ میں داخل ہوا تھا تو تجھے یوں کہنا چاہئے تھا ۔ ماشاء اللہ ، لاقوۃ الا باللہ ۔ (اور)

اگر تو مجھ کو مال و اولاد میں کم دیکھتا ہے تو امید ہے کہ خدا مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمائے اور اس پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ باغ دفعتہً ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے ۔ یا اس کے کنوؤں کا پانی اندر گہرائی میں اتر جائے تو پھر تو اس کی پرورش بھی نہ کر سکے اور اس کے پھلوں کو آفت نے گھیر لیا ۔ تو جو اس نے اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ مَلتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹہنیوں پر گرا ہوا تھا اور کہتا تھا ہائے افسوس میں اپنے پروردگار کے ساتھ شرک نہ کرتا ۔ اور اس کے پاس کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی ۔ جو اللہ کے علاوہ اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود بدلہ لے سکا ایسے وقت میں مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ سب سے بہتر ہے ۔

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لاحول کے ایک حصہ یعنی لاقوۃ الا باللہ کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس تمثیل کے ذریعہ لاحول کی فضیلت بھی بیان فرمادی نیز اس سے یہ بھی واضح فرمادیا کہ جو شخص اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کرتا اور اسے پکارتا ہوا اور ہمہ تن اس کی عبادت میں مصروف رہتا ہو اس کی تحقیر و توہین بھی تباہی کا سبب ہوتی ہے ۔ نیز یہ امر بھی ثابت ہوا کہ اس کلمہ میں بھی وحدانیت و قوتِ خداوندی کا اثبات ہے ۔ اور جس کلمہ میں وحدانیتِ خداوند کا اقرار ہے

وہ کلمہ دیگر کلمات سے بدرجہا افضل و بہتر ہے اور اسی باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ اور الحمدللہ وغیرہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

اس کی فضیلت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں بندہ تمام قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتا اور اس کا اقرار کرتا ہے تو گویا وہ خدا تعالیٰ سے ایک قسم کی امداد طلب کرتا ہے کہ میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں اور مجھ میں ہدایت پر چلنے کی طاقت وہ قوت دینے والا بھی تو ہی ہے اور بنیادی امور انجام دہی کی۔ اور جتنی قوتیں ہیں وہ سب تیری بخشی ہوئی ہیں ہاتھ، کان، آنکھ، پاؤں، عقل و علم وغیرہ۔ اور جب اے خداوند مجھ میں کوئی قوت نہیں تو میں خود کو خطاؤں سے روکنے پر قادر نہیں ہوں بلکہ وہ قدرت بھی تیری عطا کردہ ہے۔ اس لئے میں تیری درگاہ میں اپنی عاجزی کا اظہار کر رہا ہوں کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو معاف فرما دیجئے۔ اور یہ تفسیر و شرح ہماری خود بیان کردہ نہیں ہے بلکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُهَا قَالَ اَتَدْرِيْ مَا تَفْسِيْرُهَا قُلْتُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ لَاحَوْلَ عَنْ مَعْصِيَةِ اللهِ اِلَّا بِعِصْمَةِ اللهِ وَلَا قُوَّةَ عَلٰى طَاعَةِ اللهِ اِلَّا بِعَوْنِ اللهِ۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے لاحول پڑھی آپؐ نے ارشاد فرمایا لاحول کے معنی ہیں اللہ کے سوا گناہ سے بچنے کی کسی میں طاقت نہیں مگر اللہ کے بچانے سے ولا قوۃ اور الا باللہ کے معنی ہیں اللہ کی اطاعت کی کسی میں قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے۔

عوام یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ کلمہ شیطان کو بھگانے کے لئے پڑھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی کو لاحول پڑھتے سنتا ہے تو وہ فوراً لڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے کہ کوئی میں شیطان ہوں یہ ان کی جہالت ہے حالانکہ شیطان کو بھگانے کے لئے اعوذ باللہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ لاحول۔

بلکہ لاحول ولا قوۃ الّا باللہ بھی سبحان اللہ اور الحمدللہ کی طرح ایک کلمہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمہ وقت اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

صحیح مسلم میں ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک پہاڑی پر پہنچے صحابہؓ کرام نے جب اس پر چڑھنا شروع فرمایا تو بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے ہو یعنی نعوذ باللہ خدا بہرہ نہیں ہے بلکہ اللہ کا ذکر دل میں اور آہستہ کرو۔ کیونکہ اصل غرض اللہ سے لو لگانا ہے نہ کہ

چیخنا اور چلّانا جیسے کہ آجکل کے عوام کا حال ہے۔

ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں میں حضورؐ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَنْزٍ مِّنَ الْكُنُوْزِ الْجَنَّةِ۔

کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں۔

میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا كَنْزٌ مِّنَ الْكُنُوْزِ الْجَنَّةِ

لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھاکر۔ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور حدیث میں جو نسائی نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے اس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ

لاحول ولاقوۃ الا باللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے (نسائی)

ایک اور حدیث میں جو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابوایوبؓ انصاری سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے انہیں حکم فرمایا۔

قُلْ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا غِرَاسُ الْجَنَّةِ۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھاکر کہ یہ جنت کا ایک درخت ہے۔

تو جو شئے جنت کی چابی۔ اس کا دروازہ اور اس کا درخت ہو تو اس کلمہ کی فضیلت کا کیا ٹھکانا ہے۔ اور ان الفاظ سے حضورؐ کی غرض و

غایت یہ ہے کہ یہ کلمہ دخولِ جنت کا سبب ہے اور جو شئے دخولِ جنت کا کا سبب ہو اس کا ذکر تو ہر وقت زبان پر جاری رہنا چاہیئے۔ اور درخت اس لئے فرمایا کہ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جنت ایک بنجر اور بیابان زمین ہے۔ اس میں نہ درخت ہیں نہ پھول پھلواری۔ اس کے درخت سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔ بندہ ان میں سے جب کوئی کلمہ کہتا ہے تو وہاں درخت لگ جاتا ہے۔ یعنی یہ کلمات جنت میں درخت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس حدیث میں لاحول کو جنت کا درخت فرمایا۔ یعنی یہ کلمہ بھی وہی صورت اختیار کرتا ہے۔ اب کسی کی طبیعت چاہے تو اپنے لئے ایک بنجر زمین منتخب کرلے اور چاہے اس میں درخت لگاتا رہے۔

اور ذکر کے علاوہ یہ مصائب و مہمات، رنج و تکلیف اور امراضِ جسمانی کے دفع کا بھی ایک طریقہ ہے کیونکہ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کو نصیحت فرمائی اور انہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنے کا حکم دیا اور ساتھ ساتھ فرمایا۔

اِنَّهَا دَوَاءٌ مِّنْ تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ دَاءً اَيْسَرُهَا الْهَمُّ (حاکم)

یہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے۔ جن میں سب سے معمولی بیماری غم ہے۔

تو یہ کلمہ امراضِ دنیویہ اور دینیہ دونوں کے لئے مفید ہوا۔ دنیا میں تو مصائب دور ہونے کا سبب ہے اور آخرت میں دخولِ جنت کا۔ ایک حدیث میں اسے باقیات صالحات کے خطاب سے بھی نوازا

ہے۔ یعنی باقی رہنے والی نیکی۔ ارشاد فرمایا۔

اِسْتَکْثِرُوْا مِنَ الْبَاقِيَاتِ الصَّالِحَاتِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (نسائی۔)

باقی رہنے والی نیکیوں کی کثرت کرو اور وہ اللہ اکبر، لاالٰہ الا اللہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہیں۔

اور باقیات صالحات کی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں تعریف فرمائی ہے ___ ارشاد ہے۔

وَالْبَاقِيَاتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ○ (الکہف)

اور باقی رہنے والی نیکیاں اے نبیؐ تیرے پروردگار کے پاس ثواب اور امید وانجام کے لحاظ سے بہتر ہیں۔

ایک اور حدیث میں حضرت عباسؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

اے عباس، اے میرے چچا۔ کیا میں تمہیں کوئی شئے نہ بخشوں۔ کیا تمہیں عطا نہ کروں۔ اور کیا تمہیں کوئی ہدیہ نہ دوں کیا تمہیں وہ دس باتیں تعلیم نہ کروں کہ جب تم انہیں انجام دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اگلا اور پچھلے، نئے اور پرانے، غلطی سے اور جان بوجھ کر، چھوٹے اور بڑے، ظاہر اور پوشیدہ، جتنے بھی گناہ تم سے سرزد ہوئے ہوں سب کی مغفرت فرما دے۔ اوّل تم چار رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی

سورت پڑھو۔ اور پہلی رکعت میں سورۃ سے فراغت کے بعد کھڑے رہو۔ رکوع میں نہ جاؤ۔ اور پندرہ بار، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پندرہ بار پڑھو۔ پھر رکوع میں جاؤ۔ اور رکوع میں تسبیحات سے فراغت کے بعد انہیں کلمات کو دس بار پڑھو۔ پھر رکوع سے اٹھ کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ سے فراغت کے بعد انہیں دس بار پڑھو۔ پھر پہلے سجدے سے جب سر اٹھاؤ تو پھر انہیں دس بار کہو۔ پھر دوسرے سجدے میں تسبیحات کے بعد، پھر دوسرے سجدے سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور انہیں دس بار پڑھو۔ تو اس طرح ہر رکعت میں پچھتر بار ہوئے۔ بقیہ رکعات میں بھی اسی ترتیب سے پڑھو۔ اگر تم سے ممکن ہو تو روزانہ یہ نماز پڑھتے رہو اگر روزانہ نہ پڑھ سکو تو جمعہ کی پابندی کر لو۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو مہینے میں ایک بار۔ اگر اس سے بھی مجبور ہو تو سال بھر میں ایک بار ورنہ زندگی میں ضرور ایک بار پڑھ لو۔ کیونکہ یہ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ اور یہ گناہوں کو ایسے جھاڑتی ہیں جیسے کہ درخت کے پتے گرتے ہیں اور یہ جنت کے خزانے ہیں[1]۔

---

[1] اہلِ علم حضرات یہ شبہ نہ فرمائیں کہ اکثر احادیث میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ نہیں آیا ہے دراصل ہم نے طبرانی کی روایت نقل کی ہے جو ابو الدرداءؓ سے مروی ہے۔ اور اسے امام جزری نے اپنی حصن حصین میں نقل فرمایا ہے اور علماء اس امر پر متفق ہیں کہ امام صاحب نے اپنی کتاب میں کوئی ضعیف روایت نقل نہیں فرمائی۔

احادیثِ بالا سے لاحول کی مختلف فضیلتیں ثابت ہوئیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ جنت کا خزانہ اس کا دروازہ اور اس کا ایک درخت ہے اور ہر قسم کے گناہوں کے جھاڑنے کا سبب اور ننانوے بیماریوں کی دوا ہے اور حضور اکرم علیہ السلام نے اس کی کثرت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے لاحول کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن احادیث کا جمع کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ غرض اس کی فضیلت کا اظہار ہے اس کے لئے سطور بالا بہت کافی ہیں۔

دوسرا امر جس کا ظاہر کرنا انتہائی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تمام احادیث میں صرف اتنے ہی الفاظ یعنی لاحول ولاقوۃ اللہ باللہ علی العظیم کے الفاظ کسی حدیث میں نہیں ہیں بہتر ہے کہ انہیں الفاظ پر اکتفا کرے جو احادیث سے ثابت ہیں ورنہ حدیث میں زیادتی واقع ہوگی اور حضورؐ پر جھوٹ بولنا لازم آئے گا جو قطعاً حرام ہے ہاں نسائی کی روایت میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں چاہے وہ پڑھ لئے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس روایت کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ وَلَامَنْجَاَمِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ

گناہ سے بچانے اور ہدایت کرنے کی اللہ کے علاوہ کسی میں طاقت نہیں اور اللہ سے اس کے علاوہ کہیں بھی جائے پناہ نہیں۔

استغفار

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے

کہ انسان کو اپنا بُرا بھلا اور گناہ و ثواب کا علم حاصل ہو جائے۔ تاکہ وہ اخروی زندگی میں عذاب اخروی سے محفوظ رہ سکے۔

لیکن ہدایت و رشد کے بعد بھی بعض اوقات انسان سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اور شیطان انہیں دھوکہ دے کر راہ سے غافل کر دیتا ہے۔ اور انسان خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے تقاضائے عقل تو یہ تھا کہ غلطی ہوتے ہی مؤاخذہ کر لیا جاتا اور اسی وقت ہم پر عذاب نازل ہو جاتا۔ کیونکہ جس نے جان بخشی، سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھ، چھونے کے لئے ہاتھ، چلنے کے لئے پاؤں اور سمجھنے کے لئے عقل و فہم عطا فرمائی۔ اور مزید یہ کہ رزق کے ذرائع اور اسبابِ معیشت بھی مہیا فرمائے اور لاتعداد نعمتوں سے ہمیں نوازا۔ تو اتنے احسانات و اکرام کے بعد مالک کی نافرمانی کا تقاضا یہ تھا کہ ہمیں اسی وقت سزا دی جاتی لیکن تب بھی یہ اس کی شانِ کریمی ہے کہ اس نے وہ ذرائع بھی بیان فرمائے کہ جن سے بندہ پھر قربِ الٰہی حاصل کر سکتا اور اپنی غلطی کا ازالہ کر سکتا ہے۔ اور اس کی شکل یہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں معافی کا خواستگار ہو اور گذشتہ غلطی کی معافی کا طالب ہو اور آئندہ کے لئے عہد کرے کہ کبھی اس غلطی اور گناہ کا مرتکب نہ ہوگا۔

جب انسان کو یہ احساس پیدا ہو جائے اور وہ یہ عہد کر لے تو سمجھ لیجئے کہ اس کی غلطی کا ازالہ ہو چکا ہے اور اسے مغفرتِ خداوندی نے ڈھانپ لیا ہے۔ کیونکہ جو ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ ہو اسے توبہ و استغفار کی توفیق

ہی عطا نہیں ہوتی اور وہ تادمِ مرگ اس سے محروم رہتا ہے۔

اب ہم ذیل میں چند آیاتِ قرآنیہ اور احادیث پیش کرتے ہیں جن سے استغفار کا حکم اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ایک امر اور بھی ذہن نشین فرمائیں کہ استغفار کے علاوہ کوئی ذکر ایسا نہیں ہے جس کے پڑھنے کا خدا نے بھی حکم دیا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ اور دیگر تمام انبیائ نے بھی اپنی اپنی امتوں کو اس کا حکم دیا ہو اور آج تک تمام امتوں اور علماء و صلحاء کا اس پر اجماع رہا ہو۔ یہ فضیلت صرف استغفار ہی کو حاصل ہے۔

سورۂ مائدہ میں اپنے گناہگار بندوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

اَفَلَا يَتُوبُونَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهٗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

کیوں وہ اللہ کی جانب رجوع نہیں کرتے اور اس سے استغفار نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ تو بہت مغفرت فرمانے والے رحم فرمانے والے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت وہدایت کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ نوح میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝

میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو یقیناً وہ بہت مغفرت فرمانے والا ہے۔ تم پر آسمان سے بے پناہ پانی برسائے گا۔ اور مال و اولاد کے ذریعہ تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغات اور نہریں پیدا فرمائے گا۔

اس آیتِ کریمہ میں استغفار کے بہت سے فوائد ذکر فرمائیں ہیں یعنی مغفرت، بارش کا نزول، کثرت اولاد و مال، باغات کی عطا اور نہروں کا جاری ہونا۔ جو خود لامتناہی فوائد کا حامل ہیں۔

حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کہ میں بہت گناہگار ہوں میری مغفرت کا کوئی ذریعہ بیان فرمائیے۔ انہوں نے استغفار پڑھنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور شخص آیا کہنے لگا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوتی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا استغفار پڑھا کرو۔ پھر ایک تیسرا شخص آیا اور کہا میں غریب آدمی ہوں اور مجھے روزی کے ذرائع میسر نہیں میرے لئے دعا فرمائیں امام صاحب مذکور نے اسے بھی استغفار کا حکم دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور کہنے لگا میں نے ایک باغ لگایا تھا اس میں پھل نہیں آتا۔ آپ نے اسے بھی فرمایا استغفار پڑھو۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا آپ ہر بات پر استغفار کا حکم دیتے ہیں اس کا کیا باعث ہے؟ امام صاحب نے آیت مذکور پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ یہ استغفار میں یہ تمام خوبیاں خدا تعالیٰ نے خود فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

سورۂ مزمل کے آخیر میں مسلمانوں کو خطاب کیا جاتا ہے۔۔۔ ارشاد ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥

اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور جو کچھ بھی تم اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے وہ تمہارے لئے بہتر ہوگی اور اجر کے لحاظ سے بہت بڑی ہوگی اور اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والے رحمت فرمانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جہاں استغفار کرنے والوں کے لئے مغفرت و رحمت کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں اس آیت میں ایک خاص نکتہ اور بھی ہے جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ابھی القاء فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نماز و زکوٰۃ، صدقہ اور اعمال صالحہ کی جزا جب آخرت کی بھلائی اور خدا تعالیٰ کی جانب سے ان اعمال پر اجر عظیم کا وعدہ ہے تو آخر میں استغفار کا حکم اس لئے صادر فرمایا کہ کوئی انسان بھول چوک یا غلطی سے پاک نہیں اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ اور جب یہ عوارض انسان کے ساتھ لاحق ہیں اور اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں اور ہر انسان کے ساتھ ہمہ وقت شیطان لگا ہوا ہے جو اللہ کی جانب سے اسے غافل بنانے

پر تلا ہوا ہے۔ اور کچھ نہیں تو ممکن ہے کہ شیطان نے نماز میں دخل اندازی کی ہو اور کوئی شے ترک کرادی ہو۔ جو انسان کو یاد نہ رہی ہو۔ یا قلب انسانی میں شبہات و وسواس پیدا کئے ہوں جس کے باعث ان اعمال میں خلوص باقی نہ رہا ہو یا احکام خداوندی کے مطابق اس کی صحیح ادائیگی نہ ہوئی ہو۔ یا احکام خداوندی کو سمجھنے سے انسان قاصر رہا ہو۔ اور اسی قسم کی اور سینکڑوں غلطیاں واقع ہو سکتی ہیں۔ اس لئے بعد میں استغفار کا حکم دیا گیا کہ بندہ اس بات کا اقرار کرے کہ اے پروردگار میں حتی المقدور تیرا حکم بجا لایا ہوں لیکن ممکن ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی بھول واقع ہوئی ہو جس کا مجھے علم نہیں۔ اس لئے مغفرت کا طالب ہوں۔ اور غالباً اسی باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرتے ہی تین بار بلند آواز سے فرماتے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ

اور ایک حدیث میں وتروں کے بعد بھی حضورؐ سے اس کا پڑھنا ثابت ہوا ہے۔

یہ تمام احکام امتوں کے لئے تھے۔ لیکن شائد قارئین کو یہ خیال ہو کہ انبیاء کرام کی ذات استغفار سے مستثنیٰ ہو۔ لیکن اس حدیث سے یہ خیال باطل ہو جاتا ہے۔ نیز سورۂ نصر میں خاص حضورؐ کو خطاب ہوتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ٥

تو اے نبی آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے یقیناً وہ بہت قبول فرمانے والا ہے۔

اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اتنا عمل تھا کہ ہر مجلس میں آپ ستّر بار استغفار فرماتے اور ایک حدیث میں سو بار بھی آیا ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی ستّر بار پڑھتے ہوں اور کبھی سو بار، یا مجلس سے اگر جلدی تشریف لے گئے تو استغفار کی تعداد ستر ہوتی ہو اور جب زیادہ دیر تک قیام فرماتے ہوں تو سو ہو جاتی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس حدیث میں ایک خاص نکتہ ہے جسے صحابۂ کرامؓ میں ابوبکر صدّیقؓ کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا۔ اور وہ یہ ہے کہ احادیث میں آتا ہے جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدّیقؓ رونے لگے۔ صحابہؓ نے ان کا مذاق اڑایا کہ اس میں رونے کی کون سی بات ہے اللہ تعالیٰ تو اپنی نصرت و فتح کا وعدہ فرما رہے ہیں اور تم روتے ہو۔ ابوبکر صدّیقؓ نے فرمایا بات یہ ہے جب دین غالب آجاتا ہے اور لوگ نبیؐ کی جوق در جوق اتباع کرنے لگتے ہیں تو پھر نبیؐ کی دنیا میں ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جو ان کی بعثت کا مقصد ہوتا ہے وہ کامل ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان تسبیح و استغفار موت کے وقت زیادہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو یہاں لوگوں کے جوق در جوق اسلام لانے کی خبر دی اور حضورؐ کو استغفار کا حکم فرمایا تو یہ آپؐ کی وفات کی جانب اشارہ ہے یعنی اب آپؐ کی دنیا میں کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے اور احکام کے نزول کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب اللہ سے استغفار فرماتے رہیے اور موت کا انتظار کیجیے۔۔۔۔ گویا کہ اب استغفار کا مقصود یہ ہوا کہ اے نبیؐ آپ بھی انسان ہیں ممکن ہے کہ دعوت و تبلیغ

میں کوئی ایسی کمی واقع رہ گئی ہو جسے صرف ہم ہی جانتے ہوں تو آپؐ استغفار فرمائیے تاکہ اس کمی کا ازالہ ہو جائے۔

اور جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس آیت کا مفہوم سمجھا وہ سب کو سامنے نظر آگیا کہ دو تین ماہ کے اندر حضورؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور اب صحابہؓ کو کہنا پڑا کہ ابوبکرؓ ہم میں سب سے زیادہ عالم ہیں۔

درمیانِ کلام میں ایک اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ اعتراض منکرینِ حدیث اور انگریزیت زدہ لوگوں کی جانب سے کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقول ان مفسدین کے ہماری طرح ایک انسان تھے اور ان سے غلطیاں اور گناہ واقع ہوتے تھے۔ ورنہ استغفار کا حکم نہ دیا جاتا اور نہ قرآن میں جابجا حضورؐ کو معاف کرنے کا ذکر آتا۔ اور جب آپ گناہوں سے پاک نہ ہوئے، تو آپ کے احکام ہمارے لئے باعثِ ہدایت نہیں۔ بلکہ آپ کی حیثیت محض ایک ایلچی کی ہے، نعوذ باللہ من ذٰلک۔

ان کے تفصیلی جوابات کے لئے تو خود ایک کتاب درکار ہے اور جسے خدا گمراہ کرے اسے کوئی بھی ہدایت نہیں کر سکتا۔ لیکن میں اس تحریر میں حضورؐ پر ایمان رکھنے والوں سے خطاب کر رہا ہوں نہ کہ منکرین سے۔ اور اپنے مخاطبین کو ان کے فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے چند امور کا ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ یہ امر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان تھے۔ رہا ہم جیسا ہونا تو اگر تمہارا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کی دو آنکھ، دو

کان، ہاتھ، پاؤں، ناک وغیرہ ایسے ہی تھے جیسا کہ دوسرے انسانوں کے یعنی ہیئت وشکل اور نقش ونگار میں انسان تھے تو آمنا وصدقنا۔ اور اگر تمہارا مفہوم یہ ہے کہ آپ کا مقام اور ہمارا مقام ایک اور آپ کا درجہ اور ہمارا درجہ ایک ہے تو یہ ایک شیطانی دھوکہ دہی ہے۔ کیونکہ ایک مسلم بھی انسان ہوتا ہے اور ایک کافر بھی انسان ہوتا ہے۔ انسانیت میں دونوں مساوی ہیں لیکن باہم مقام کا کتنا زبردست فرق ہے اب اگر کوئی شخص کسی مسلم کے روبرو یہ کہے کہ آپ اور کافر برابر ہیں ۔ تو جیسے درجہ کے لحاظ سے ایک مسلم اور کافر برابر نہیں ہوسکتے تو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک وہ جاہل جسے ابھی فرق مراتب کی بھی تمیز نہیں تو یہ دونوں کیونکر برابر ہوسکتے ہیں۔

ثانیاً انبیائے کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔ اب جوان کے لئے گناہوں سے معافی کا اعلان ہوا یا استغفار کا حکم دیا گیا تو اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بعض امور انبیاء کرام کو خدا کی جانب سے بھلائے جاتے ہیں تاکہ نبیؐ سے بھول کر غلطی ہو اور پھر اس کا علاج بیان کیا جائے تاکہ امت پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اس غلطی کا ازالہ یہ ہے مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر نماز میں نہ بھولتے تو سہو کے احکام کیونکر ظہور پذیر ہوتے۔ بالفاظ دیگر انبیاء کرام بھولتے نہیں بھلائے جاتے ہیں۔ غلطی کرتے نہیں بلکہ خدا کی جانب سے ان سے غلطی کرائی جاتی ہے۔

جاتی ہے تاکہ اس کے احکام ظاہر ہو جائیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ انبیائے کرام کی جو پکڑ ہوتی ہے وہ گناہ پر نہیں ہوتی بلکہ بہترین چیز کو چھوڑ کر جب انبیاء جوازیات پر عمل کرتے ہیں تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے کہ درجہ جواز تو عوام کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مقربین کیلئے۔ مثلاً یہ واقعہ کہ ایک بار غریب صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں سردارانِ مکہ آپ کی خدمت میں آئے اور آپ سے گفتگو کرنی چاہی لیکن ان ضعیفوں اور مجبوروں کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ اور آپؐ نے ان کے ایمان لانیکی توقع کرتے ہوئے ان صحابہؓ کو پاس سے اٹھا دیا۔ حالانکہ یہ کوئی غلطی نہ تھی۔ بلکہ آپؐ کا یہ شوقِ تبلیغ تھا کہ آپؐ ہر صورت میں قوم کی ہدایت کے خواہاں تھے اور اپنا فرض انجام دے رہے تھے کوئی گناہ یا غلطی آپؐ سے سرزد نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی درگاہِ خداوندی سے مواخذہ ہوا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کر لیا ہے اور جن کی اصلاح یقینی ہے تو آپؐ نے ان پر ایسے لوگوں کو ترجیح دی جن کی ہدایت بھی یقینی نہیں۔ تو گویا کہ ایک ظنی اور وہمی شئے کو ایک یقینی شئے پر ترجیح دی یہی آپ کی غلط فہمی ہے اور اگر نبیؐ کا اس بات پر مواخذہ نہ کیا جاتا تو یہ اصول کیونکر ثابت ہوتا کہ ظن کے مقابلہ میں یقین کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اب ہم عنقریب اس آیت کا آخری حصہ استغفار کے تحت نقل کریں گے اسی لئے میں نے یہاں آیت پیش نہیں کی۔

چوتھا جواب مختصراً یہ ہے کہ اگر ایک انجان شخص آپ کی عزت

نہ کرے یا آپ سے توہین آمیز خطاب کرے تو آپ کو ناگوار توضرور گذرے گا۔ لیکن آپ میں اگر عقل ہے تو آپ خاموشی سے سب کچھ سن کر گذر جائیں گے اور اس سے بات بھی نہ کریں گے جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کو اس کی بات بری محسوس نہیں ہوئی۔ لیکن اس کے برعکس اگر آپ کی اولاد اسی قسم کی نازیبا حرکت کرے تو آپ اسے مارنے مرنے پر تیار ہو جائیں گے۔

دراصل حقیقت یہ ہے کہ جس کو جتنا قرب ہوتا ہے اس سے توقعات بھی زیادہ ہوتی ہیں اور جب کوئی اس سے خلافِ توقع کوئی فعل صادر ہوتا ہے تو طبع نازک پر گراں گذرتا ہے۔ حالانکہ وہ شئے دوسروں کیلئے قابل مواخذہ نہیں ہوتی جیسا کہ ماں باپ کو اولاد سے زیادہ توقعات ہوتی ہیں تو ان کی معمولی سی لغزش بھی ماں باپ کو سیخ پا کر دیتی ہے۔ اسی سے انبیائے کرام اور خدا تعالیٰ کے تعلق کو سمجھ لیجئے کہ انبیائے کرام کی پکڑ کسی گناہ پر نہیں ہوتی بلکہ تربیت و اصلاح کی خاطر ہوتی ہے۔

چونکہ یہ شے مضمون سے جداگانہ ہے اس لئے ہم تفصیلاً یہاں جوابات نہیں دے سکتے اور یہ بھی عوام کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے تحریر کئے گئے ہیں۔ اب ہم وہ آیت پیش کرتے ہیں جس کا ہم نے اوپر حوالہ دیا تھا..... ارشاد ہے۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ

مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ
فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانعام)

اور اے نبیؐ جب تمہارے پاس ہمارے وہ بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپؐ ان سے فرمائیے کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کرنا مقرر کیا ہے کہ جو تم میں سے نادانی سے برائی کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنا عمل درست کرے تو اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والے ہیں۔ (الانعام)

اس آیت میں یہ اصول واضح کیا گیا ہے کہ انسان غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھے، اور پھر توبہ کر لے اور توبہ کے ساتھ ساتھ اس گناہ کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے اور اس کی توبہ کو درجۂ قبولیت عطا ہو گا۔

اور اس آیت سے خود منکرینِ حدیث کا جواب بھی ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کی بھول اور غلط فہمی کو اللہ تعالیٰ نے امت کی جانب منسوب فرمایا۔ تاکہ امت کو یہ تعلیم دی جاسکے کہ خدا کے ہاں توبہ و استغفار کا دروازہ کشادہ ہے جس وقت بھی تم مغفرت کے طلبگار بنو گے تمہاری مغفرت ہو گی۔ لیکن شرط ہے کہ اس گناہ کے ترک کرنے کا ہمیشہ کے لئے عہد کر لو۔ گویا کہ خدا تعالیٰ نے حضورؐ کو خود بھلایا تاکہ امّت کو توبہ و استغفار کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے توبہ و استغفار کا طریقہ واضح الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ٥ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ٥

ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمّہ ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر فوراً ہی توبہ کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ بھی توبہ قبول فرماتا ہے اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو بُرے اعمال کرتے رہتے ہیں حتّیٰ کہ موت انہیں آگھیرتی ہے تو (عالم نزع میں) کہتے ہیں کہ میں نے توبہ کی (تو ایسوں کی توبہ قابلِ قبول نہیں) اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ ان سب کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

اور کسی انسان کو بھی یہ معلوم نہیں کہ اس کی موت کس وقت واقع ہو جائے۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ ہر وقت استغفار میں مشغول رہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور استغفار کی توفیق بھی حاصل نہ ہو۔

اب ہم ذیل میں چند احادیثِ رسول اللہ صلّی علیہ وسلم پیش کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ:

ایک ”استغفار ہر مصیبت، ہر رنج و تکلیف سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اور وہ استغفار یہ ہے“:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔

میں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ اور عالم کا منتظم ہے اور میں اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم اتنی غلطیاں بھی کرو جو زمین و آسمان تک بھر جائیں۔ پھر اللہ سے استغفار کرو وہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم لوگ خطا نہ کرتے تو اللہ تمہاری جگہ نئی قوم پیدا کرتا جو خطائیں کرتی پھر خدا تعالیٰ سے مغفرت کی طالب ہوتی اور خدا تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے۔“

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

کہ ابلیس نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ مجھے تیرے عزت و جلال کی قسم ہے کہ جب تک انسانوں کا وجود رہے گا میں انہیں ضرور گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مجھے بھی میرے عزت و جلال کی قسم ہے جب تک لوگ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں بھی ان کی ضرور

مغفرت کرتا رہوں گا"۔

اور مغفرت اخروی کے علاوہ دنیا میں بھی اس وقت تک عذاب نازل نہیں ہوتا جب تک لوگ استغفار کرتے رہتے ہیں۔ یعنی استغفار عذاب کو روکنے کا ایک مؤثر ذریعہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

اور اللہ اس وقت تک تمہیں عذاب نہ دیگا جب تک اے نبیؐ ان میں آپؐ موجود ہیں۔ اور نہ اس وقت تک عذاب دیگا جب تک ان میں استغفار کرنے والے موجود ہیں۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جب اخیر شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرما ہوتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں:۔

مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِىْ اَغْفِرْ لَهٗ مَنْ يَّسْتَرْزِقُنِىْ اَرْزُقْ لَهٗ مَنْ يَّدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَهٗ۔

کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کون ہے کہ جو مجھ سے رزق طلب کرے کہ میں اسے رزق دوں، کون ہے جو مجھے پکارے کہ میں اس کی پکار کا جواب دوں۔

اور صبح صادق تک یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

"جب کسی روز کراماً کاتبین انسان کا اعمال نامہ خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اس کے اوّل و آخر استغفار ہوتا ہے (یعنی بندہ نے صبح اٹھتے بھی استغفار کیا ہو اور رات کو سوتے وقت بھی) تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اس صحیفے میں دونوں استغفاروں کے درمیان جو چیز ہے میں نے اس کے لئے بندے کی مغفرت کی"۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:۔ کہ

"بندہ جب گناہ کرتا ہے پھر کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ سے غلطی سرزد ہوئی۔ میرے گناہ معاف فرما دیجئے تو اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میں گناہ معاف بھی کرتا ہوں اور گناہوں پر مؤاخذہ بھی کرتا ہوں۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ پھر کچھ روز تک جب تک اللہ چاہے بندہ گناہ سے رکا رہتا ہے۔ پھر گناہ کرتا ہے پھر شرمندہ ہو کر کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار میں نے غلطی کی تو میری غلطی معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میں سزا بھی دیتا ہوں اور معاف بھی کرتا ہوں، میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ پھر تیسری بار بندہ غلطی کرتا ہے اور پھر اقرار جرم کرتا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میں سزا بھی دیتا ہوں اور معاف بھی کرتا ہوں۔ میں نے اپنے بندے کو تین بار معاف کیا۔ اب اس کا جو جی چاہے عمل کرے۔

فضیلت استغفار میں بے شمار احادیث مروی ہیں اور سینکڑوں

ایسی دعائیں بھی احادیث سے ثابت ہیں جن میں طلب مغفرت واقع ہوئی ہے۔ لیکن چار استغفار زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ خالی لفظ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ

میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

۲۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

میں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور عالم کا بندوبست فرمانے والا ہے اور میں اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔

۳۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

میں اللہ سے جو میرا رب ہے ہر گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی جانب رجوع کرتا ہوں۔

اور چوتھا استغفار سید الاستغفار ہے۔ جس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

"جو شخص صبح کے وقت اس استغفار کی تلاوت کرے گا اور شام ہونے سے قبل اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اگر شام کے وقت اسے پڑھے اور صبح سے پیشتر مر جائے تو جنت میں داخل ہو۔ وہ استغفار یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ

وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے میرے مولا تو میرا رب ہے۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا۔ میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں میں نے جو برے کام کئے ہیں ان کے شر سے تیری پناہ ان نعمتوں کے ذریعہ چاہتا ہوں جو تو نے مجھ پر فرمائی ہیں۔ اور میں گناہوں سے بھی پناہ چاہتا ہوں، اے میرے مولا میری مغفرت فرما کیونکہ آپکے علاوہ کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ اے میرے مولیٰ میری اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر اسے میری مغفرت کا ذریعہ بنا۔ اور مجھے اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما۔ اور مجھ پر دنیا و آخرت میں اپنی رحمت کے دروازے کشادہ فرما۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اگر اندیشہ ہو کہ یہ خیال قائم ہو جائے گا کہ خدانخواستہ اسلام بڑا سخت مطالبہ انسان سے کرتا ہے تو مناسب ہو گا کہ کتاب اسوۂ رسول اکرمؐ کے صفحہ نمبر ۳۲۲، کی یہ عبارت ذہن میں رکھ لیجئے

" حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین آسان ہے اور اگر کوئی شخص (مبالغہ) کے ساتھ دین پر غالب ہونے کا ارادہ کریگا تو دین ہی اس کو ہرا دے گا۔ پس سیدھے چلو۔ قریب رہو اور خوشخبری حاصل کرو اور صبح و شام کے وقت اور کسی قدر رات کے آخری حصے سے سہارا لو" (ذکر اللہ)

سورۂ بقر کی آیت نمبر ۱۸۴ میں ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اس کے معنی ہیں :۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

کتابیات

اس کتابچہ میں جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ کتاب اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، مولفہ ڈاکٹر محمد عبد الحئی، خلیفہ مجاز مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب، مطبوعہ سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی، بار سوم۔

۲۔ حجۃ اللہ البالغہ، مولفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ مولانا عبدالرحیم مرحوم، جلد دوم، قومی کتب خانہ لاہور ۱۴۰۴ھ

۳۔ مطالبِ رشیدی، مولفہ شاہ تراب علی قلندر، ترجمہ مولانا شاہ مصطفٰی حیدر، طبع اول کاکوری شریف، ضلع لکھنؤ، یوپی، انڈیا۔

۴۔ انتخابِ مسلم، مولفہ محمد شیخ بن عبداللہ مراکشی، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی۔

5 صحیح بخاری، جلد اول (اردو ترجمہ) سعید اینڈ سنز، ناشرانِ کتب، قرآن محل، مقابل مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی۔

۶۔ حصن حصین، بہ ترتیب جدید، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی۔

۷۔ شرح اسماء الحسنیٰ۔ مطبوعہ، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی

۸۔ القرآن الکریم، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، ترجمہ از امام اہلسنت احمد رضا خان صاحب، تفسیر از صدر الافاضل سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی، با اہتمام قاری رضا المصطفیٰ اعظمی، خطیب نیو میمن مسجد کراچی۔

۹۔ کتابیات، ۹ تذکرہ جیبی حصہ اول۔
مطبوعہ ۱۳۵۷ھ

مولفہ مولانا مولوی حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر لازالت شموس کمالاتہ الاظہر، مطبوعہ درحسن پرنٹنگ پریس لکھنؤ۔ یوپی۔ بھارت ۱۳۶۰ھ